یا اللہ جل جلالہ

یا محمد صلی اللہ علیہ وسلم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

بدعت اور شرک کی اصلیت

ارشادات

عاشقِ رسولؐ شاہِ شاہاں خواجۂ خواجگاں قطب العالم

فقیرِ بے بدل فقیرِ بے مثال فقیرِ محمدی

فقیرِ فانی فی اللہ باقی باللہ

حضرت خواجہ شاہ محمد افضل

قادری چشتی صابری نظامی قلندری

المعروف افضل سرکار رحمۃ اللہ علیہ

حلقہ چشتیہ صابریہ عارفیہ

یا اللہ جل جلالہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

یا محمد صلی اللہ علیہ وسلم

اِنَّمَا اَنَا قَاسِمٌ وَاللّٰہُ یُعْطِی (الحدیث)

"بیشک میں تو قاسم (تقسیم کرنے والا) ہوں عطا کرنے والا تو اللہ تعالیٰ ہے۔"

(بخاری شریف بحوالہ شرح مسلم)

بدعت اور شرک کی اصلیت

ارشادات

عاشقِ رسول، شاہِ شاہاں، خواجۂ خواجگان، قطب العالم

فقیرِ بے بدل، فقیرِ بے مثال، فقیرِ محمدی، فقیرِ فانی فی اللہ باقی باللہ

حضرت خواجہ شاہ محمد افضل

قادری چشتی (صابری نظامی) قلندری

المعروف افضل سرکار رحمۃ اللہ علیہ

پبلشرز:

حلقہ چشتیہ صابریہ عارفیہ

ملنے کا پتہ:- ۶۸-۶۷ اوورسیز ہاؤسنگ سوسائٹی، بلاک ۷/۸ - کراچی

نام کتاب ——— بدعت اور شرک کی اصلیت

ترتیب و پیشکش — حلقہ چشتیہ صابریہ عارفیہ، کراچی

ناشر ——— حلقہ چشتیہ صابریہ عارفیہ، کراچی

تاریخِ اشاعت	تعداد
شوال المکرم ۱۴۲۸ھ نومبر ۲۰۰۷ء	۴۰۰۰

e.mail: arfeen@cyber.net.pk

مناجات

اے اللہ کریم ! ہم گناہ گار و خطا کار ہیں۔ ہمیشہ تیری رحمت کے امیدوار ہیں اور مشکل سے مشکل گھڑی میں تجھے ہم نے پُکارا، تُو نے ہماری پُکار اپنی رحیمی و کریمی کے صدقے میں اور وسیلۂ جلیلہ' اپنے پیارے حبیب صَلّی اللہ عَلیہِ وآلہٖ وسلّم کا قبول فرما کر ہمیں ہمیشہ اپنی رحمت سے نوازا اور اس مشکل سے نجات دی۔ تُو کریم المعروف ہے، قدیم الاحسان ہے، حنّان و منّان و دیّان ہے، ذوالجلال والاکرام ہے اور عَلیٰ کُلِّ شَیٍٔ قَدِیرٌ اور کُنْ فَیَکُوْن کی طاقت رکھتا ہے۔

تیری اس عاجز بندی نے ڈرتے ڈرتے "بِدعت اور شرک کی اصلیت" کے عنوان سے اس موضوع پر اپنے مُرشد شاہِ شاہاں' خواجۂ خواجگان' قطب العالم' فقیرِ بے بدل' فقیرِ بے مثال' فقیرِ محمّدی' فقیرِ فانی فی اللہ باقی باللہ' حضرت خواجہ شاہ مُحمّد افضل قادری' چشتی (صابری' نظامی)، قلندری المعروف "افضل سرکار" رحمتہ اللہ علیہ کے ارشادات کو پیش کرنے کی کوشش کی ہے اور اب یہ تیری بارگاہِ عالیہ میں نذر ہے۔ اسے شرفِ قبولیت عطا فرما۔ امیدوار ہوں تو مایوس نہیں فرمائے گا۔ کاش یہ تیری اور تیرے حبیب پاک صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کی خوشنودی کا باعث بنے۔ آمین ! جو جو میری خامیاں ہیں، اُن کو درگزر فرما۔

میرے پاس کوئی عذر نہیں، صرف معافی کی طلبگار ہوں۔

اس کے پڑھنے والے کی حاجتیں اور مرادیں پوری فرما۔ اُن کو دین کی بھلائی عطا فرما۔ اُن کو اپنی اور حضور صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کی اور پنجتن پاکؓ کی محبّت عطا فرما۔ یا اللہ! جو شخص بھی حاجتمند ہے وہ اس کو پڑھنے تک ہی اپنے آپ کو محدود نہ کر لے بلکہ اس میں ایسا ذوق وشوق عطا فرما کہ وہ دین کے کسی عالمِ حق کے سامنے زانوئے ادب تہہ کر کے کلامِ پاک کے معانی اور تفسیر غور سے پڑھے۔ اس کے بعد اس کو توفیق عطا فرما کہ وہ تیری اور تیرے رسول صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کی اطاعت کرے تیری دی ہوئی توفیق سے۔ محض اس نیّت سے کہ تُو اور تیرے حبیبِ پاک (صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم) اُس سے راضی ہو جائیں۔

دُعاگو اور دُعاجو

رابعہ ثانی

اظہارِ تشکّر

میں اپنی اُن دینی بہنوں اور بھائیوں کی ممنون ہوں ، جنھوں نے دامے ، درمے ، سُخنے اس کام میں میری مدد کی ۔ اے اللہ ! اُن سب پر اپنے فضل وکرم کی بارش فرما اور انہیں ہر بلائے ناگہانی ، آفت ، مصیبت ، پریشانی ، بدنامی ، بے عزتی ، مفلسی ، محتاجی ، بیماری ، قرض داری ، رُجعتِ دین ، ذکر وفکر اور نماز سے غفلت ، سے محفوظ فرما اور انہیں اس معاونت کا اجرِ عظیم عطا فرما ! آمین

دُعاگو اور دُعاجو

رابعہ ثانی

گزارش

اس تالیف میں اگر کہیں زیر، زبر یا کتابت کی کوئی غلطی نظر آئے تو اُسے از راہِ کرم اپنے قلم سے خود درست کر لیجئے گا۔ آپ کی بڑی نوازش ہوگی۔

دُعاگو اور دُعاجو

رابعہ ثانی



عاشقِ رسُول، شاہِ شاہاں، خواجۂ خواجگان، قطب العالمؒ

فقیرِ بے بدل، فقیرِ بے مثال، فقیرِ محمّدی، فقیرِ فانی فی اللہ باقی باللہ

حضرت خواجہ شاہ مُحمّد افضل

قادری چشتی (صابری نظامی) قلندری

المعروف **افضل سرکار** رحمۃ اللہ علیہ

بدعت اور شرک کی اصلیت

ارشادات

حضرت خواجہ شاہ محمد افضل

قادری چشتی (صابری نظامی) قلندری

المعروف "افضل سرکار" رحمۃ اللہ علیہ

نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِهِ الْکَرِیْم نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی حَبِیْبِهِ الْکَرِیْم

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْم بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْم

امّا بعد

عزیزانِ من!

اگرچہ کچھ وقت لگ جائے گا، آپ کا وقت قیمتی ہے، مجھے اس کا احساس ہے۔ آپ ماشاء اللہ جواں سال ہیں اور میں بڑھاپے کی کٹھن منزل۔ بس اس کے فضل و کرم سے گزار رہا ہوں۔ مگر آج جو باتیں کر رہا ہوں۔ یعنی جو باتیں ابھی باقی رہ گئی ہیں اور جو مجھے کرنی ہیں اگر نہیں کروں، تو کل قیامت والے دن میری گردن میں لعنت کا طوق ہوگا، اور اپنے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کو منہ دکھانے کے قابل نہیں رہوں گا۔ بوڑھا ہوں۔ جسم بھاڑے کا ٹٹو ہے۔ اس نے کسی کا بھی ساتھ

نہیں دیا۔ خاک کا بنا ہوا ہے، اس لئے جسدِ خاکی کہلاتا ہے۔ یہ عالمِ بالا کی چیز نہیں ہے۔ یہ عالمِ ارواح کی چیز نہیں ہے۔ یہ عالمِ اشیاء کی چیز ہے۔ جسے آپ عالمِ ناسُوت بھی کہتے ہیں۔ یعنی یہ عالم جس میں آپ رہ رہے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے اس زمین کی مٹی لے کر انسان کو بنایا، اور اس کا وعدہ ہے کہ یہ مٹی واپس کر دی جائے گی۔ تو قبر میں جا کر یہ مٹی تو ہر ایک کو واپس کرنا ہی ہے، آپ کو، ہم کو، سب کو۔ سرورِ انبیاء حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث ہے کہ: انبیاء کرامؑ کے اجساد مبارک کو مٹی پر حرام کر دیا گیا ہے۔ اصل چیز تو انسانی جسم نہیں بلکہ انسانی رُوح ہے۔ اسی کی وجہ سے انسان اللہ تعالیٰ کا شاہکار کہلایا اور خلیفتہ الارض کا اعزاز پایا۔

حدیث قدسی ہے: اَلْاِنْسَانُ سِرِّیْ وَاَنَا سِرُّہٗ۔ یعنی انسان میرا بھید ہے اور میں اس کا بھید ہوں"!

یاد رکھیں، ایک حدیث ہوتی ہے، اور ایک حدیث قدسی ہوتی ہے۔ حدیث وہ ہے جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خود فرمایا، اور حدیث قدسی وہ ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے جو فرمایا، وہ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی زبان مُبارک سے دُہرایا۔

روح کے متعلق کلام پاک میں ارشاد ہے: یَسْئَلُوْنَکَ عَنِ الرُّوْحِ قُلِ الرُّوْحُ مِنْ اَمْرِ رَبِّیْ وَمَآ اُوْتِیْتُمْ مِّنَ الْعِلْمِ اِلَّا قَلِیْلًا۔ یعنی آپ سے پوچھتے ہیں کہ روح کیا ہے، آپ کہیں کہ روح اللہ کا امر

ہے اور تمہیں اس کا علم تھوڑا دیا گیا ہے۔

آپ آدم علیہ السلام کی تخلیق کو بھی اگر دیکھیں گے تو معلوم ہوگا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا "جب میں اپنی طرف سے اِس پتلے میں معزز روح پھونکوں، تو سب سجدے میں، یعنی تعظیماً گر جانا۔" اور ایسا ہی ہوا۔ جب رُوح پھونکی گئی، تو سب نے سجدہ کیا سوائے ابلیس کے۔ اس نے تکبّر کیا اور کافروں میں ہوگیا، حالانکہ وہ معلّم الملکوت تھا۔ فرشتوں کو درس دیتا تھا۔ اتنا بڑا عالم تھا۔ اس کا علم حجاب ہوگیا اور وہ راندۂ درگاہ ہوا۔ اس نے کہا، مَیں آگ سے بنا ہوں اور یہ بدبُودار گھارے سے بنا ہوا ہے۔

تو عزیزانِ من! میں یہ کہہ رہا تھا کہ یہ فقیر بوڑھا ہوگیا ہے، جسمانی اور دماغی طور پر۔ یاد داشت کافی کمزور ہو گئی ہے، مگر بفضلِ تعالیٰ روح، جسم، ہمّت جوان ہیں۔ یا یوں سمجھ لو کہ درخت خشک ہوگیا ہے اور پتّے زرد ہو کر گر رہے ہیں۔ یہ سب کچھ ہے، مگر درخت کی جڑ بفضل تعالیٰ آج بھی گیلی ہے، اور پہلے کی طرح قائم اور مضبوط ہے، اور اس کا ثبوت آپ کے سامنے میرا یہ خطاب ہے۔

اب جو موضوع ہے، اس کی طرف آتا ہوں۔ یاد رکھو، خوش نصیب ہے وہ شخص جس کو عالمِ حق مل گیا۔ اور بدنصیب ہے وہ شخص جو عالمِ سُوء یعنی گمراہ کے ہتھے چڑھ گیا۔ اسی طرح مبارک ہے وہ شخص جس کو پیرِ طریقت کامل مل گیا اور اس کی نظرِ فیضِ اثر اسے نصیب ہوئی، اور بدنصیب

ہے وہ شخص جس کو دنیا دار پیر، ظاہری طور پر درویشوں کا لبادہ اُوڑھے مل گیا۔ عالمِ سُوء سے دین برباد ہوتا ہے۔ اور دُنیا دار پیر سے دل کی دُنیا برباد ہوتی ہے۔ عالمِ حق کی یہ شان ہے کہ جس نے اِس کے پیچھے نماز پڑھی، اُس نے جیسے کسی مُرسل کے پیچھے نماز پڑھی۔ ان کے اور بھی فضائل حدیث شریف میں ہیں۔ اور ایسے ہی عالم کی موت کو "موت العالِم، موت العالَم" یعنی عالِم کی موت، ایک عالَم کی موت ہے، ایک جہان کی موت کہا گیا ہے۔

اور عالِم سُوء کے بارے میں جو کہا گیا ہے، وہ بھی سُنیں۔ حدیث شریف میں ہے کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بُرائی کے بابت سوال کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بُرائی کی بات مجھ سے کچھ مت پوچھو، بلکہ بھلائی کے متعلق پوچھو۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تین بار اِن جملوں کو دُھرایا۔ اور پھر فرمایا: (ذرا غور سے سُننا حضور کیا فرماتے ہیں)، کہ خبردار ہو (الفاظ دیکھیں) کہ خبردار ہو کہ شریروں میں بدترین بُرے عالم ہیں۔ بدترین کون ہیں؟ بُرے عالم، شریروں میں سے، اور بھلے لوگوں میں سب سے بہتر۔ کن لوگوں میں؟ بھلے لوگوں میں، سب سے بہتر بھلے علماء ہیں۔

آپ نے اتنے وعظ سُنے ہوں گے، مگر یہ حدیث کم سُنی ہوگی۔ میرا ایمان ہے، یقین ہے کہ اب بھی گستاخ اور گمراہ شخص کے خلاف عُلماءِ حق نہ صرف آواز اٹھائیں گے بلکہ اس کو ضرور کیفرِ کردار تک پہنچا کر دم لیں گے۔ اگرچہ یہ عُلمائے حق گِنے چُنے چند ہی کیوں نہ ہوں۔ اور جنہوں نے اِن علماءِ حق

سے درس لیا اور اپنے سینوں میں صحیح علم دین حاصل کرنے کے بعد ایمان کو پاک اور صاف رکھا، وہ بھی گستاخ شخص کا جینا دُو بھر کردیں گے۔

ایمان کیا ہے؟ اس کی تشریح میں ایک ضخیم کتاب لکھی جاسکتی ہے۔ مگر قربان، صد قربان، ہزار قربان، اپنے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم بڑے سے بڑے مضمون کو دو تین کلمات میں اس طرح بیان فرماتے ہیں کہ کوزہ میں دریا بند ہوجاتا ہے۔ نہایت سلیس، سادہ زبان اور دل نشین انداز میں۔

ایمان کیا ہے؟ ایمان محبت ہے۔ حدیث شریف کے مطابق اس شخص کا ایمان مکمل نہیں ہوسکتا جب تک کہ وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی جان، مال، اولاد، غرضیکہ ہر چیز سے زیادہ عزیز نہ جانے، زیادہ محبّت نہ کرے۔ اور اللہ تعالیٰ بھی قرآن کریم میں فرماتا ہے: اے حبیب (صلی اللہ علیہ وسلم) آپ کہہ دیں کہ اگر یہ چاہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ان کو پیار کرے، تو یہ آپ کی اتباع کریں۔

جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کی عظیم نعمت کسی کو عطا ہوتی ہے، تو وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذکر کے وقت آپ کی تعظیم کرتا ہے اور آپ کا اسم مبارک سُنتے ہی اس کے دل میں خشوع و خضوع اور عاجزی و انکساری پیدا ہوجاتی ہے۔ اور اس کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارتِ اقدس کا بہت زیادہ شوق ہوجاتا ہے۔ یہ کیوں؟ یہ اس لئے کہ محبّت کے بھی

کچھ قوانین، طریقے اور سلیقے ہیں۔ ان میں سے ایک یہ ہے کہ ہر محبت کرنیوالا اپنے محبوب کی ملاقات کو محبوب رکھتا ہے۔ اس ملاقات کے لئے وہ تڑپتا ہے اور وہ اپنے محبوب کے ذکر سے روحانی لذت اور کیف وسرور پاتا ہے۔

کیوں؟ اس لئے کہ ذکرِ حبیب، وصلِ حبیب ہے۔ ایسے خوش نصیب شخص کے باطن میں ایک نور کا طوفان ہر وقت موجزن رہتا ہے۔ اس کی روح ہر وقت مست والست رہتی ہے۔ لب ذکرِ حبیب کی وجہ سے بند رہتے ہیں۔ ظاہری عام دنیاداری کو دنیا دیکھ رہی ہوتی ہے، مگر دل کی آنکھ مشاہدۂ دوست میں ہوتی ہے۔ یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت رکھنے کا صدقہ ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت میں عطا ہی عطا ہے۔ اس میں انا نہیں، کوئی خطا نہیں۔

اچھی طرح یاد رکھو، ہر مسلمان پر دین کا علم حاصل کرنا فرض ہے، عزیزانِ من! آپ سن رہے ہیں نا۔ اس جملے کو غور سے سُنو۔ دین کا علم حاصل کرنا فرض ہے اگر اس کے پاس مالی وسائل اور دوسرے ضروری وسائل ہوں۔ اور یہ اس کا فرض ہے کہ وہ تحقیق کرے، تجسّس کرے، معلوم کرے، پوری کوشش کرے کہ وہ جس مذہب یا عقیدے پہ قائم ہے، وہ درست بھی ہے یا نہیں۔ ہندوستان اور پاکستان کی شرحِ خواندگی، بدقسمتی سے نہ ہونے کے برابر ہے۔ جاہلیت قہرِ الٰہی ہے۔ اس لئے اِن دونوں جگہوں میں، ان جاہلوں کے اوپر جو لوگ سوار

ہیں، یعنی علمائے سُوء اور دنیا دار پیر جنہوں نے ان کو یرغمالی بنا رکھا ہے وہ انہیں نکلنے ہی نہیں دیتے، تو انہوں نے کیا تحقیق کرنی ہے جو خود جاہل ہوں۔

ع خفتہ را خفتہ کَے کند بیدار

یعنی جو خود سویا ہوا ہو، وہ دوسرے کو کیا جگائے گا۔

عزیزانِ من! جو خود اندھیرے میں ہے، وہ دوسروں کو کیا روشنی دِکھا سکتا ہے۔ یاد رکھو، جاہلیّت قہرِ الٰہی ہے۔ سیّدنا عیسٰی علیہ السلام ایک دفعہ بھاگے جا رہے تھے۔ راستے میں ایک شخص نے آپ کو روکنا چاہا۔ فرمایا "مجھے مَت روکو۔ میں ایک جاہل شخص سے بچنا چاہتا ہوں اور بھاگ رہا ہوں"۔

آپ دوڑتے رہے اور وہ شخص بھی ساتھ ساتھ دوڑنے لگا۔ آخر اس نے عرض کیا "اے پیغمبرِ خدا! اب مجھ میں مزید دوڑنے کی طاقت نہیں ہے"۔ یہ سُن کر آپ علیہ السّلام رُک گئے۔ اس شخص نے کہا "کیا آپ وہ نہیں جو مٹّی کے پرندے بنا کر ان میں جب پھونکتے ہیں تو ان میں جان آجاتی ہے اور وہ اُڑ جاتے ہیں"؟ آپ نے فرمایا "ہاں، مَیں وہی ہوں"۔ پھر اس نے کہا کہ "کیا آپ وہ نہیں جو مُردوں کو زندہ کر دیتے ہیں؟" آپ نے فرمایا "ہاں، مَیں وہی ہوں"۔

اس نے کہا کہ "کیا آپ وہ نہیں جو کوڑھیوں اور بیماروں پر دَم

کرتے ہیں تو اُنہیں شفاء کاملہ عطا ہوتی ہے ؟" آپ نے فرمایا: "ہاں، مَیں وہی ہوں"۔

تو پھر اس نے کہا کہ "آپ اس جاہل آدمی سے کیوں بھاگ رہے ہیں ؟" غور سے سنیں کہ آپ نے کیا فرمایا۔ آپ نے فرمایا "جاہلیّت مرض یا بیماری نہیں۔ یہ اللہ کا قہر ہے۔ خدا کی قسم، جو اسمِ اعظم مَیں پڑھتا ہوں اس سے مُردے زندہ ہو جاتے ہیں، مٹّی کے پرندوں میں جان آجاتی ہے، کوڑیوں اور بیماروں کو شفاء کاملہ عطا ہوتی ہے۔ وہ ہی اسمِ اعظم مَیں نے جاہل پر کتنی مرتبہ پڑھ کے پھونکا، مگر اس پر کچھ اثر نہ ہوا"۔

اس جاہل پر کچھ بھی اثر نہ ہوا۔ یہ پیغمبرِ خدا کہتے ہیں۔ رُوح اللہ کہتے ہیں۔ حضرت عیسیٰ علیہ السّلام کہتے ہیں کہ یہ اسمِ اعظم (جس کے متعلق آپ سب جانتے ہیں) مَیں نے سب پہ پڑھا، حق ہوا۔ مگر یہاں آ کے اس کا اثر نشق ہوا۔

تو عزیزانِ من! جو جاہل ہوا وہ بدنصیب ہے۔ علم حاصل کرنے کے لئے کوئی حد نہیں۔ جب "نئی روشنی" کا پروگرام شروع ہوا تاکہ ناخواندہ لوگ علم کی دولت حاصل کریں، تو مَیں نے دیکھا کہ بوڑھے اشخاص بھی "اسکول" میں داخل ہوئے اور انہوں نے علم حاصل کیا۔ اسی طرح، انسان اگر چاہے بڑھاپے میں بھی، مرنے سے پہلے، قرآن، حدیث اور فقہ کا علم حاصل کر سکتا ہے۔ عمر کی کوئی قید نہیں بشرطیکہ ہوش و حواس قائم ہوں، وہ مجنوں

نہ ہو، دیوانہ نہ ہو، یا فاطر العقل نہ ہو۔ اور یہ بھی شرط ہے کہ وہ سچّے دل سے محنت کرے اور اس کے حصول کے لئے جدّوجہد کرے۔

اس ضمن میں، یعنی علم حاصل کرنے کے لئے، عزیزانِ من! اس حدیث شریف کو بھی ذہن میں رکھ لو۔ اس کو اچھی طرح سنو، جانو اور سمجھو۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "یہ علم، یعنی کتاب اور سنّت کا علم، یہ دین ہے، پس جب تم اس کو حاصل کرو، تو یہ دیکھ لو کہ تم دین کس سے حاصل کر رہے ہو۔"

پھر میرے آقا، میرے مولا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "علم کی آفت بھول جانا ہے، اور علم کی بربادی نااہل کو علم پڑھانا ہے"۔ یاد رکھو، نااہل جاہل سے بھی بدتر ہے۔ اور عالم بھی اگر علم پر عمل نہ کرے، تو وہ جاہلوں میں شمار ہوتا ہے۔

عزیزانِ من! یہ وہ وقت ہے کہ انسان کم از کم دین کے پانچ بنیادی ارکان کے متعلق تو اچھی طرح جان لے، اور ان پر مضبوطی سے قائم ہو جائے۔ پھر دوسری بات بھی دیکھی جائے گی۔ اس کے بعد بہت سی باتیں ہیں دین میں۔ لیکن جو بنیادی چیزیں ہیں انہیں تو پہلے ہی حاصل کرنا ہوں گی۔ ان کے بارے میں کسی عالم حق یا پیر کامل سے علم حاصل کرے۔ تو پھر گستاخ اور گمراہ آدمی جو چہرے پہ چہرہ چڑھائے ہوئے ہوتا ہے، اور اپنے آپ کو مسلمان بھی کہتا ہے، لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی میلاد شریف

کے متعلق کفریات بکتا رہتا ہے، جب آپ کو پانچ ارکان کا علم ہوگا، آپ ان کے عامل ہوں گے، آپ ان پہ عمل کریں گے، تو انشاءاللہ آپ کے اندر ایمان کا نور موجزن ہوگا اور آپ گستاخ لوگوں کو اسی وقت کیفرِ کردار تک پہنچا دیں گے۔ کیونکہ آپ کو محبّتِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایسا کرنے پر مجبور کر دے گی۔

یہ لوگ خود تو رسالوں میں تصویریں چھاپیں، عالی شان دفتر رکھیں، گھر میں ماڈرن سامان رکھیں، کار رکھیں، امریکا کی سیر کریں، پھر جن جن کی مہمان نوازی کا وہاں مزا چکھا، اپنے رسالے میں ان کی تعریف و مدح کریں تاکہ جلدی وہ دوبارہ بلائیں اور مہمان نوازیاں کریں، اور ان کی تعریف میں زمین و آسمان کے قلابے ملائیں۔ بڑے بڑے ہوٹلوں میں ریسیپشنز ہوتی ہیں، تو وہاں طرح طرح کے کھانے ہوتے ہیں۔ خوب مزے اُڑائے جاتے ہیں۔ سلور جوبلی کے بھی فنکشنز ہوتے ہیں، گولڈن جوبلی کے بھی، عقیقے کے بھی فنکشنز ہوتے ہیں اور ختنوں کے بھی۔ بسم اللہ کے بھی فنکشنز ہوتے ہیں اور شادیوں کے بھی۔ ولیمے بھی ہوتے ہیں۔ سب خوشیاں منائی جاتی ہیں۔ لوگ مر گئے، قبروں میں مٹی ہو گئے، مگر ان کی سالگرہ منائی جاتی ہے۔ ان کی قبروں پہ کئی کئی پونڈ کے کیک کاٹے جاتے ہیں اور بھنگڑے بھی ڈالے جاتے ہیں۔ کوئی عالم نہیں بولتا۔ کوئی فتویٰ نہیں لگاتا۔ کیوں؟ اس لئے کہ عداوت ہے تو صرف حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے۔ اپنے گرو کی تعریف

کرتے کرتے زبان خشک ہو جاتی ہے، قلم کی سیاہی بھی خشک ہو جاتی ہے۔ جب مذہب سے آگاہی نہیں، تو انسان کلمہ گو ہی رہ جاتا ہے یعنی صرف بولے: "لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ (صلی اللہ علیہ وسلم) اس کے پڑھنے کے بعد وہ کہتا ہے کہ میں مسلمان ہو گیا ہوں۔ اور جو نسل در نسل مسلمان چلا آرہا ہے، وہ اس سے بھی فارغ ہے۔ آپ یقین کریں کہ بعض کو کلمہ طیبہ بھی نہیں آتا، نماز تو آگے کی بات ہے، روزہ تو آگے کی بات ہے، حج آگے کی بات ہے، زکوٰۃ آگے کی بات ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو جب مانے گا، جب جانے گا۔ یعنی جب دل سے مانے گا (زبانی کلامی نہیں) اور صدق دل سے پہچان کر محبت کرے گا، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت جاننے کے لئے قرآن و حدیث کا علم کسی عالمِ حق سے حاصل کرنے کے لئے خود بخود بے تاب ہوگا۔

ہر محبّ اپنے محبوب کے متعلق کچھ باتیں سُننا چاہتا ہے، اور وہ باتیں قرآن شریف سے بڑھ کر کہاں ملیں گی۔ سارے قرآن شریف میں میرے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کی نعت ہی نعت بیان کی گئی ہے۔ کہیں کہا گیا ہے کہ "ہم نے عالمین کے لئے، جہانوں کے لئے آپ کو رحمت بنا کر بھیجا"۔ یعنی کسی ایک قوم کے لئے نہیں، کسی ایک خاص ملک کیلئے نہیں۔ پہلے نبی آئے تو کسی ملک کے لئے آئے، کسی قوم کے لئے آئے، کوئی ایک خاص پیغام کے لئے آئے۔ کسی پر صحیفہ اُترا۔

صرف وہ چار برگزیدہ نبی اور رسول ہیں جن پہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے آسمانی کتابیں نازل فرمائیں۔ زبور، توریت، انجیل اور کلام پاک۔

آج ساری دنیا میں انسان ذلیل ہے، پریشان ہے۔ سکونِ قلب کا اس میں نام و نشان نہیں ہے، دولت ہے، کوٹھیاں ہیں، کاریں ہیں، اور چند گھنٹوں میں ہزاروں میل کا سفر طے کرکے، ناشتہ اگر گھر میں کھایا، تو لنچ وہاں کھایا، اور پھر وہاں سے پرواز کی تو رات کا کھانا کہیں اور کھایا۔ دنیا تنگ ہوگئی۔ تمام فتوحات ہیں۔ چاند تک لے گئے انسان اپنے آپ کو۔ مگر صد افسوس کہ اس جگہ کا اس نے خیال نہ کیا جس کو دل کہا جاتا ہے۔ جس کو اللہ تعالیٰ نے "بیت اللہ" کہا، یعنی میرا گھر۔ انسان وہاں تک نہیں پہنچ سکا حالانکہ وہ اس کے جسم کے اندر ہے۔ وہ چھوٹی سی جگہ ہے، لیکن ایک عالم اس کے اندر بند ہے۔ جب اس پر سے حجاب اُٹھتے ہیں، غفلت کے پردے اُٹھتے ہیں تو اللہ تعالیٰ کے جلوے نظر آتے ہیں۔

انسان جب مشاہدۂ حق میں مستغرق ہوتا ہے، تو ذات کو پاتا ہے، اور اپنی ذات کو کھوتا ہے۔ یاد رکھو، انسان کو ربّ اس وقت نظر آتا ہے جب اس کو اپنا آپ نظر آنا بند ہوجاتا ہے۔ یہ بات درویشوں سے جا کر پوچھو۔ اس وقت حق ہی حق نظر آتا ہے۔ اگر وہ فضا میں دیکھے تو حق کی آواز آتی ہے۔ ہوا میں دیکھے تو حق کے نعرے لگاتی ہوئی

سُنائی دے۔ غرضیکہ پتّا پتّا اس کی تسبیح بیان کرتا ہے۔

جیسا کہ اللہ تعالیٰ کلام پاک میں فرماتا ہے۔ انسان گوشت پوست ہے۔ یہ کھُلے ہوئے کانوں سے سُنتا ہے، کھُلی آنکھ سے بھی دیکھتا ہے اور کھُلے دل سے بھی دیکھتا ہے۔ وہ نظارہ ہی نظارہ میں ہے، مشاہدہ ہی مشاہدہ میں ہے، کبھی استغراق کی حالت میں ہے، کبھی جذب ہے، کبھی مستی ہے، کبھی الستی ہے، کبھی خودی ہے، کبھی بے خودی ہے، وہ اپنی عظمت کو کب پہچانتا ہے؟ جب خود خاک ہو جاتا ہے، اور جب وہ اپنے آپ کو کچھ سمجھتا ہے، تو وہ کچھ نہیں بن سکتا ؎

ھر کہ خدمت کرد مخدوم شُد
ھر کہ خود را دید، محروم شُد

یعنی جس نے خدمت کی وہ مخدوم ہوا، اور جس نے اپنے آپ کو دیکھا، وہ محروم رہا۔

یاد رکھو، اہل اللہ جو ہیں، یعنی با خدا جو ہیں، اُنہی سے خدا بھی ملے گا، اُنہی سے مُصطفےٰ بھی ملے گا، یہی با خدا ہیں، جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

اَلَآ اِنَّ اَوْلِيَآءَ اللّٰهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ

(آگاہ رہو۔ میرے ولیوں کو نہ ڈر ہے نہ خوف)

اور یہی وہ لوگ ہیں جن کے متعلق حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا،

صرف وہ چار برگزیدہ نبی اور رسول ہیں جن پہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے آسمانی کتابیں نازل فرمائیں۔ زبور، توریت، انجیل اور کلام پاک۔

آج ساری دنیا میں انسان ذلیل ہے، پریشان ہے۔ سکونِ قلب کا اس میں نام ونشان نہیں ہے، دولت ہے، کوٹھیاں ہیں، کاریں ہیں، اور چند گھنٹوں میں ہزاروں میل کا سفر طے کرکے، ناشتہ اگر گھر میں کھایا، تو لنچ وہاں کھایا، اور پھر وہاں سے پرواز کی تو رات کا کھانا کہیں اور کھایا۔ دنیا تنگ ہوگئی۔ تمام فتوحات ہیں۔ چاند تک لے گئے انسان اپنے آپ کو۔ مگر صد افسوس کہ اس جگہ کا اس نے خیال نہ کیا جس کو دل کہا جاتا ہے۔ جس کو اللہ تعالیٰ نے "بیت اللہ" کہا، یعنی میرا گھر۔ انسان وہاں تک نہیں پہنچ سکا حالانکہ وہ اس کے جسم کے اندر ہے۔ وہ چھوٹی سی جگہ ہے، لیکن ایک عالم اس کے اندر بند ہے۔ جب اس پر سے حجاب اُٹھتے ہیں، غفلت کے پردے اُٹھتے ہیں تو اللہ تعالیٰ کے جلوے نظر آتے ہیں۔

انسان جب مشاہدۂ حق میں مستغرق ہوتا ہے، تو ذات کو پاتا ہے، اور اپنی ذات کو کھوتا ہے۔ یاد رکھو، انسان کو رب اس وقت نظر آتا ہے جب اس کو اپنا آپ نظر آنا بند ہوجاتا ہے۔ یہ بات درویشوں سے جاکر پوچھو۔ اس وقت حق ہی حق نظر آتا ہے۔ اگر وہ فضا میں دیکھے تو حق کی آواز آتی ہے۔ ہوا میں دیکھے تو حق کے نعرے لگاتی ہوئی

سُنائی دے۔ غرضیکہ پتّا پتّا اس کی تسبیح بیان کرتا ہے۔

جیسا کہ اللہ تعالیٰ کلام پاک میں فرماتا ہے۔ انسان گوشت پوست ہے۔ یہ کھُلے ہوئے کانوں سے سُنتا ہے، کھُلی آنکھ سے بھی دیکھتا ہے اور کھُلے دل سے بھی دیکھتا ہے۔ وہ نظارہ ہی نظارہ میں ہے، مشاہدہ ہی مشاہدہ میں ہے، کبھی استغراق کی حالت میں ہے، کبھی جذب ہے، کبھی مستی ہے، کبھی الستی ہے، کبھی خودی ہے، کبھی بے خودی ہے، وہ اپنی عظمت کو کب پہچانتا ہے؟ جب خود خاک ہو جاتا ہے، اور جب وہ اپنے آپ کو کچھ سمجھتا ہے، تو وہ کچھ نہیں بن سکتا ؎

ھر کہ خدمت کرد مخدوم شُد

ھر کہ خود را دید، محروم شُد

یعنی جس نے خدمت کی وہ مخدوم ہوا، اور جس نے اپنے آپ کو دیکھا، وہ محروم رہا۔

یاد رکھو، اہلِ اللہ جو ہیں، یعنی با خدا جو ہیں، اُنہی سے خدا بھی ملے گا، اُنہی سے مُصطفٰے بھی ملے گا، یہی با خدا ہیں، جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

اَلَآ اِنَّ اَوْلِیَآءَ اللّٰہِ لَا خَوْفٌ عَلَیْھِمْ وَلَا ھُمْ یَحْزَنُوْنَ ۝

(آگاہ رہو۔ میرے ولیوں کو نہ ڈر ہے نہ خوف)

اور یہی وہ لوگ ہیں جن کے متعلق حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"میرے فقیر جو ہیں، یہ میرے عباء کے اندر ہیں، ان کو کوئی پہچان نہیں سکتا۔"

یاد رکھو، میرے پاس علماء اکثر آتے رہتے ہیں جہاں کہیں بھی جاتا ہوں۔ بہت سوں نے بیعت کی بھی کوشش کی، مگر میں نے انہیں کہہ دیا کہ آپ کا علم حجاب ہے، آپ اس راہ پر نہیں چل سکتے۔ اللہ تعالیٰ نے ہر شخص کو ایک غرض کے لئے پیدا کیا ہے

ھر کسے را بہرے کارے حساب کن
معنیٔ او اندر دلش حقدار کن

یعنی ہر شخص کو اللہ تعالیٰ نے ایک کام کے لئے پیدا کیا اور اُس کے دل میں اس کام کی لگن ڈال دی۔

آپ تبلیغ کریں۔ ہم فقیروں کی راہ جدا۔ آپ اہلِ فتویٰ ہیں، فقراء اہلِ تقویٰ ہیں۔ آپ نے اپنے فتویٰ کے زور سے، اپنے اقتدار اور اپنی حیثیت کے زور سے جو اللہ تعالیٰ نے آپ کو دیا، فتوے لگائے۔ فقراء سُولی پہ چڑھ گئے۔ ان کی کھالیں کھینچوا دیں، لیکن انہوں نے شریعت کی بے ادبی نہیں کی، اور نہ آپ سے کچھ کہا۔ یہ سلسلہ آج تک جاری ہے۔ آپ اپنی عادت سے مجبور ہیں، فقیر اپنی فطرت سے مجبور ہے۔ فقیر خدا کو دیکھتے ہیں۔ آپ کتابوں میں علم ڈھونڈتے ہیں، جو علم لفظوں کی سیاہی میں ہے۔ اہل اللہ اپنے وجود کو دیکھتے ہیں، دل

کو دیکھتے ہیں، باطن کو دیکھتے ہیں۔ وہ باطن اور دل کی سیاہی دُور کر کے متجلّٰی کر دیتے ہیں، تاکہ وہ اس قابل ہو جائے کہ جو نورِ معرفت، جس کے لئے یہ فرمایا گیا کہ آسمان اور زمین بھی اسے نہ اُٹھا سکے، اس نورِ معرفت کو حاصل کرنے کے لئے وہ تیار ہو جائے۔ اُنہی کے ڈنکے بجتے تھے، بجتے ہیں، اور حشر تک بجتے رہیں گے۔ ان کے مزاروں پر دیئے جلتے تھے، جلتے ہیں اور انشاء اللہ جلتے رہیں گے ؎

گیتی گر سراسر باد گیرد

چراغِ عاشقاں ہرگز نہ میرد

یعنی سارا جہاں ایک طوفان بن کر کیوں نہ آجائے، سب چراغ بجھ جائیں گے، لیکن عاشقوں کا چراغ کبھی نہ بجھے گا۔

آج بھی، جب آپ مزاروں پہ جاتے ہیں، تو بدقسمت لوگوں کے دل میں خیال آتا ہے کہ فاتحہ پڑھنا کیا، یہ مٹی کا ڈھیر ہے۔ ہم شاید ان پہ احسان کرنے آئے ہیں۔ لیکن صاحبِ مزار بھی کچھ کہتا ہے۔ صد افسوس کہ تمہارے سُننے میں کچھ قوّت نہیں، تم میں استطاعت نہیں کہ سُن سکو کہ وہ کیا کہتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ ؎

مُرا زندہ پندار چو خویشتم

مَن آیم بجان، تو آی بہ تن

اے شخص، مجھے اپنی طرح زندہ جان، تُو تو یہ جسمِ کثیف لے کے

میرے پاس آیا، جسم غلیظ لے کے آیا، مَیں اپنی رُوح سے آتا ہوں نوری پرواز کرتے ہوئے، نوری تجلّیاں برساتے ہوئے، تُو میری حقیقت کو کیا جانے گا، تُو تو ابھی اپنے آپ کو نہیں سمجھ سکا۔

تو عزیزانِ من! میرے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کا سایہ نہیں تھا۔ ربِّ کریم کو اپنی محبوبیّت کی لاج اس قدر پیاری تھی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا سایہ نہیں تھا تاکہ آپ کی بے ادبی نہ ہو سکے۔ آپ کے جسم اطہر پر کبھی مکھّی تک نہ بیٹھ سکی۔ یہ کیسے ہو سکتا ہے؟ آپ سراپا نور تھے، بشری لبادہ اوڑھے ہوتے تھے۔

تو میں کہہ رہا تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حقیقت جاننے کے لئے قرآن و حدیث کی تعلیم کسی عالمِ حق سے حاصل کرے۔ ساری دنیا میں انسان پریشان ہے۔ آخر کیوں؟ اس لئے کہ اس نے خدا سے بغاوت کی ہوئی ہے۔ اپنے منعم سے بغاوت کی ہوئی ہے جو اس کو نعمتیں عطا کرتا ہے۔ جو ان کی دشمنی، کھلّم کھُلا بغاوت پہ صبر کرکے، پھر بھی رزق دیتا ہے، رزق چھینتا نہیں۔ عذاب جلدی سے نہیں کرتا۔ مہلت دیتا ہے کہ شاید میرا بندہ توبہ کر کے میری طرف رجوع کر جائے، اور توبہ کرے تو مَیں اسکو گناہوں سے پاک کردُوں۔ یہاں مَیں اس کی تفصیل میں جانا نہیں چاہتا، وقت نہیں ہے۔ اس لئے بس کچھ چیزیں بیان کرنا ضروری سمجھتا ہوں۔

پہلے ایمان کے پانچ ارکان، پھر قرآن کریم کا چارٹر۔ یعنی وہ کون کون لوگ ہیں جن کو اس سرچشمۂ ہدایت، یعنی کلام پاک سے ہدایت ملے گی۔ پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے تعارف۔ مختلف احادیث شریف اور فرامینِ الٰہی کے ذریعہ، جو آپ کے بارے میں قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمائے ہیں۔ اور پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات۔ پھر یہ کہ بشریّت اور مصطفائیّت میں کیا فرق ہے۔ یاد رکھو، ستائیس درجے ہیں۔ اس کے بعد الوہیّت ہے۔ خدائی اس کے بعد آتی ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا کلمہ ہی لے لو اور اپنا کلمہ۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا کلمہ یہ ہے کہ "اشھدُ انّی رسول اللہ"۔ یعنی میں گواہی دیتا ہوں کہ میں اللہ کا رسول ہوں۔ ہم آپ یہ کہیں تو فوراً کافر ہو جائیں۔ آج یہ وہابی اور دوسرے مذاہب والے بدعقیدہ لوگ قرآن شریف کس لئے پڑھتے ہیں؟ یہ قرآن شریف اس لئے پڑھتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم یا اسلام کی توہین کا کوئی نکتہ ملے، کوئی پہلو ملے۔

یاد رکھو، تمام علماء حق کا اس پہ اتفاق ہے (یہ میں اپنی طرف سے نہیں کہہ رہا) یہ مسئلہ ہے۔ یہ اتفاق ہے کہ ایسا کرنا صریحاً کفر ہے۔ کوئی شک و شبہ نہیں اس پہ۔ اور ایسا ہر شخص بُری نیّت کرتے ہی خارج از اسلام ہو جاتا ہے۔ وہ اسلام کا پیرو نہیں بلکہ دشمن ہے۔ وہ آپ کے اور ہمارے سامنے کلمہ بھی پڑھے، نماز بھی پڑھے، تو صرف

دھوکہ دینے کے لئے، اور تمام مسلمانوں سے مل کر اُن کو اُن کے دین سے گمراہ کرنے کے لئے۔ ایسے لوگوں سے خبردار رہو۔

یاد رکھو، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد یہ یہودی لوگ، یہ ایران کے لوگ، جن کے علاقے عربوں نے فتح کیے تھے، اور جن کو اپنی بہادری پہ ناز تھا، اپنی حکومتوں پہ فخر تھا، اپنے جاہ وجلال پہ تکبّر تھا اور غرور اور گھمنڈ کرتے تھے، وہ سب کچھ خاک میں ملا دیا گیا اور وہ عربوں کے مفتوح ہو گئے۔ ان کے اندر انتقام لینے کی ایک آگ بھڑکتی تھی، یہودی بھی اسی آتشِ انتقام میں جل رہے تھے۔ اور عیسائی بھی۔ پھر جو منافق تھے، جو مشرک تھے اور جو دوسرے کافر اور بُت پرست تھے قریش میں، یہ سب مجبور تھے۔ مُنہ سے کچھ بول نہیں سکتے تھے۔ تو اِن ایرانیوں اور یہودیوں میں گٹھ جوڑ ہوا۔

انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات سے پہلے بھی اور وفات کے بعد بھی سوچا کہ مسلمانوں کے اندر رِفٹ یعنی نفاق پیدا کیا جائے۔ ان کو اندر سے ٹکڑے ٹکڑے کر دیا جائے۔ اور یہ اُسی وقت ہو سکتا ہے کہ جو اِن میں اکابرین ہیں، ان کے اندر اختلاف پیدا کیا جائے۔ دیکھو، یہودی آج بھی اس پر عمل کر رہا ہے۔ یہودی کا ایک "پروٹوکول" ہے۔ ایک منشور ہے جو بہت کم لوگوں کو معلوم ہے۔ یہ انتہائی خفیہ دستاویز ہے۔ وہ اس کو پروٹوکول کہتے ہیں۔ اور یہ کوئی سو سال پہلے

مرتّب ہوا تھا۔

اس کے اگر آپ مندرجات پڑھیں تو آپ کے ہوش اُڑ جائیں، آپ کے رونگھٹے کھڑے ہو جائیں۔ وہ اس پہ مسلسل عمل کر رہے ہیں، جس طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد انہوں نے اُمّت کے دو ٹکڑے کئے۔ ایک شیعانِ علی کہلانے لگے اور ایک شیعانِ معاویہ۔ ایک تیسرا گروہ اپنے آپ کو خارجی کہلانے لگا۔

اس زمانے میں دو یہودی تھے۔ ایک کا نام عبداللہ بن سبا تھا، ایک کا نام عبداللہ بن اُبَی۔ یہ دونوں انتہائی منافق تھے۔ اس طرح شیعہ مذہب وجود میں آیا۔ ورنہ آپ شیعہ مذہب کی کتابیں دیکھیں۔ کیا آپ سوچ سکتے ہیں کہ جھوٹ کی بنیاد پر کوئی مذہب بن سکتا ہے۔ یہ میں اپنے پاس سے نہیں کہتا۔ یہ اُن کے اپنے علماء کا کہنا ہے کہ ان کا مذہب تقیّہ ہے، یعنی نوّے فیصد تقیّہ ہے اور تقیّہ عین ایمان ہے۔ جس میں تقیہ نہیں، اس میں ایمان نہیں۔

تو یاد رکھو، اگر آپ کو کسی شیعہ سے معاملہ کرنا ہے، کوئی وعدہ لینا ہے یا کوئی بات کرنی ہے، تو آپ کو کیا معلوم کہ وہ شخص تقیّہ میں ہے کہ نہیں۔ یہ ایک بنیادی چیز ہے، آپ سمجھ لیں۔ مگر افسوس یہ ہے کہ یہ نہیں دیکھا کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ نے اپنی صاحبزادی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے نکاح میں دے دی،

اگر یہ کہتے ہو کہ جبراً چھینی گئی، تو پھر حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ شیرِ خدا کیوں کہلائے۔

حضرت بو علی شاہ قلندر رحمتہ اللہ علیہ ایک بڑی ہستی ہو گزرے ہیں۔ آپ جسمانی بیماری کی وجہ سے پانی میں کھڑے ہو جاتے تھے، تاکہ جسم پاک رہے اور آپ ذکرِ الٰہی اور فکرِ الٰہی میں مستغرق رہیں۔ طریقت کے اندر، راہِ معرفت کے اندر ایک منزل آتی ہے جسے ناز و نیاز کی منزل کہتے ہیں۔ یہ کسی کسی کو نصیب ہوتی ہے۔ پہلے ربِّ کریم ناز کرتے ہیں اور وہ فقیر نیاز مند ہوتا ہے۔ وہ ہر تیر کھاتا ہے، اور اس کے دل پہ جتنے زخم ہوتے ہیں وہ صبر و شکر کے ساتھ غذا سمجھ کر ان زخموں کو چاٹتا ہے۔ اور یہ ان کی رُوح کی غذا بن جاتی ہے۔ جب وہ اس میں کمال حاصل کر لیتا ہے، فنائیت پیدا ہو جاتی ہے؛ پھر وہ ناز کی منزل میں آتا ہے، نیاز دوسری طرف چلا جاتا ہے، پھر اس کا ہر ناز اٹھایا جاتا ہے۔

تو چنانچہ حضرت بو علی شاہ قلندر اس منزل پہ آئے، تو ربِّ کریم نے ارشاد فرمایا، ندا آئی: "کیا چاہتا ہے؟" عرض کی: "علی بنا دو مجھے"۔ ارشاد ہوا "علی ایک ہی ہوگا حشر تک، علی دوسرا نہیں ہوگا"۔ عرض کیا "میں تو تیرے کام میں لگا ہوا ہوں، تیری یاد میں لگا ہوا ہوں۔ تُو نے پوچھا، تو میں نے عرض کیا"۔

کچھ سالوں کے بعد پھر ندا آئی "کیا چاہتا ہے؟" عرض کیا۔ "علی بنا دو"۔ ارشاد ہوا "علی ایک ہی ہے، علی دوسرا نہیں بنے گا۔ ہاں، تمہیں علی کی بُو دے سکتے ہیں"۔ عرض کیا "بُو ہی منظور ہے مجھے"۔ اسی وقت ارشاد ہوا "تم بُوِ علی ہو"۔ اللہ تعالیٰ کا اتنا فرمانا تھا کہ ملائکہ میں اور تمام عالمین میں اعلان ہو گیا کہ آج شرفِ علی جو ہے، وہ بُو علی شاہ قلندر ہے۔ تو ہر پرندہ اور شجر سے آواز آنے لگی۔ بُو علی قلندر، بُو علی قلندر، بُو علی قلندر، بُو علی قلندر۔

عزیزانِ من! یہ بات دنیاوی گندگیاں اور کثافتیں دل میں لے کر نہیں سمجھ میں آ سکتی۔ یہ رابعہ قلندرہ یہاں موجود ہیں۔ انہوں نے میرے ساتھ حضرت سلطان باہو رحمت اللہ علیہ کے مزار شریف پہ حاضری دی۔ باہر صحن میں ایک طرف بہت سارے پنجرے ہیں جن میں بڑے پیارے اور خوبصورت قمرے ہیں۔ جب ہم مزار شریف سے باہر نکلے، تو ان سب قمروں نے مل کر ذکر شروع کیا۔ وہ ذکر کیا تھا، یہ رابعہ سے پوچھو۔ ہم نے دل کے کانوں، یعنی باطنی کانوں سے نہیں، دنیاوی سماعت سے سُنا "با۔ ہُو، با۔ ہُو"۔ اور یہ اتنی پیاری آواز تھی کہ جی نہیں چاہتا تھا وہاں سے جانے کو۔ میں وہابیوں اور بڑے بڑے فتوے لگانے والوں سے پوچھتا ہوں کہ کیا یہ پرندے شرک کر رہے تھے۔ یہ اپنے خدا کو نہیں پکار رہے تھے۔

اسی طرح حضرت برّی صاحب رحمتہ اللہ علیہ کا نام پرندے صاف پکارتے تھے۔ برّی، برّی، برّی۔ سب سنتے تھے۔ لیکن تقسیم سے قبل، بہت پہلے، ایک وقت تھا جب بہت گناہ وہاں ہونے لگے تھے، تو یہ چیز بند ہوگئی۔

عزیزانِ من! آواز آئی بُوعلی قلندر، بُوعلی قلندر، شرف علی قلندر، بُوعلی قلندر۔ تو حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا یہ مقام تھا۔ بھلا وہ حضرت عُمرؓ رضی اللہ عنہ، سے کیوں ڈرتے۔ یار ذرا اتنا ظلم تو مت کرو۔ اپنے دل ودماغ سے تو کام لو۔

خالی مولویوں کے پیچھے تو مت لگ جاؤ۔ سُنّیوں نے آگے لگایا ہوا ہے، شیعوں نے آگے لگایا ہوا ہے۔ غرضیکہ ہر فرقے کے مولویوں نے اپنوں کو یرغمالی بنا رکھا ہوا ہے۔ وہ ان کے دلوں میں وہ تعصّب، وہ نفرت ڈال دیتے ہیں کہ دشمنی پیدا ہوجاتی ہے۔ یہاں تک کہ انسان انسان کو ختم کرتا ہے۔ حالانکہ قتل کے بارے میں ارشاد ہے کہ ایک انسان کا قتل پوری انسانیت کا قتل ہے، سارے جہاں کا قتل ہے۔ ارشادِ قدسی ہے: ”جو مسلمان، مسلمان کو قتل کرتا ہے، اس کی مغفرت نہیں، اور جو بے قصور قتل کیا جاتا ہے، وہ شہید ہے۔“

تو عزیزانِ من! اس کا مطلب یہ ہوا کہ حضرت علیؓ، جو شیرِ خدا ہیں، وہ نعوذ باللہ من ذالک حضرت عمر رضی اللہ عنہ، سے ڈر گئے تھے،

اس سے یہ مطلب ہے کہ سیّد الشہداء حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ بڑھ گئے جنہوں نے کربلا جا کر شہادت پائی۔ ہرگز نہیں۔ ایسا نہیں ہے۔ آپ کا جو مقام ہے وہ منفرد ہے۔ آپ فاتحِ خیبر ہیں۔ یہ وہ شخصیت ہیں جن کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی تلوار "ذوالفقار" عطا کی۔ آپ کے فضائل اور مناقب بیان نہیں ہو سکتے۔

عزیزانِ من! تعصّب کو چھوڑ کر ذرا غور سے سوچو۔ مجھے کوئی یہ بتائے کہ کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کبھی اپنی زبان پر گالی لائے۔ سیّدنا حضرت علی رضی اللہ عنہ، کبھی گالی زبان پر لائے۔ یا حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ عالی مقام، یا سیّد الشہداء حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ یا سیّدنا فاطمۃ الزہرا خاتونِ جنّت، بتول رضی اللہ عنہا اپنی زبانوں پر گالی لائے۔ کبھی بھی، کوئی ثابت کر دے۔ ہو ہی نہیں سکتا۔ کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس نور سے تخلیق کیا گیا، جس کو اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے نور کے بعد سب سے پہلے تخلیق کیا۔ یعنی نورِ محمدیؐ۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم سیدۃ النساء کے جسم کو سونگھتے تو فرماتے "اے فاطمہ، تیرے جسم سے مجھے جنّت کی خوشبو آتی ہے۔ اس طرح یہ پنجتن پاک، یہ سب نور علی النور تھے۔ اُن کی زبانیں اللہ کے ذکر میں رہتی تھیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے درُود کے وِرد میں رہتی تھیں۔ اُن کی زبانوں پر گالی تو کیا، نازیبا لفظ بھی نہیں آ سکتا تھا۔ کیا نور میں فتور آ سکتا ہے۔ ان کی زبان پہ غلاظت آ سکتی ہے؟

گالی ہے ہی غلاظت۔ یہ کیسے ممکن ہو سکتا ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم جب وفات پا چکے، تو (اس وقت مجھے نام یاد نہیں) آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک زوجہ مطہرہ فرماتی ہیں کہ "میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا دستِ مبارک لے کر آپ کے سینۂ اطہر پہ رکھا"۔ اور پھر فرماتی ہیں کہ: "کئی روز تک میں کھانا کھا کر اچھی طرح ہاتھ دھوتی تھی، مگر میرے ہاتھوں سے مشک اور عنبر کی خوشبو آتی تھی۔

تو جو مبارک ہستیاں نور ہی نور ہوں، اور جن کے سر کسی کے سامنے نہ جھکے ہوں، جو لَا اِلٰہ کی بنیاد ہوں، ہم اور آپ سوچتے نہیں کہ ان کی زبان سے گالی کیسے نکلے۔ یزید پلید نے حضرت امام زین العابدین رضی اللہ عنہ عالی مقام سے کہا: "میری نجات کا ذریعہ بتائیں"۔ آپ نے ایک نماز بتائی، لیکن اس خبیث کو اللہ تعالیٰ نے نصیب نہ کی، وہ پڑھ نہیں سکا۔ کیونکہ جب بھی پڑھنے کے لئے کھڑا ہوتا، تو مرگی کا دورہ پڑتا۔ یاد رکھو، مرگی سب سے پہلے یزید پہ پڑی۔

تو جس خاندان میں کریمی ہی کریمی ہو، جس نے ظلم و ستم سہے ہوں، لوگوں کی سختیاں سہی ہوں، لیکن بد دعا نہ دی ہو، بلکہ دعا کی ہو۔ ان سے یہ توقع کیسے کر سکتے ہیں، اور پھر غلط روایات کو حضرت امام جعفر رضی اللہ عنہ سے منسوب کرنا، ایسی مقدس ہستیوں سے، یعنی امامین سے جو اُسی نور سے چلے آرہے ہیں، یہ سب روٹی کمانے کی باتیں ہیں۔ اِسی طرح سُنیوں کو

بھی آگے رگایا ہوا ہے۔ آپ کو پتہ نہیں، ہر فرقے چاہے دیو بندی ہو، وہابی ہو، یا بریلوی، سب کے متعلق کہوں گا۔ عزیزانِ من! سب نے اپنے اپنے ٹٹو سیدھے کئے ہیں۔

تو یہ باتیں اپنے گھر کی، اپنے مال کی، بیٹی کی، بہو کی، سب کی عزّت کی۔ کیا اور کسی چیز کی فکر ہے؟ ذرا سا بھی نقصان ہو تو شور مچا دیتے ہیں۔ لیکن دین، ایمان، وہ جو نور آپ کے سینے میں ہے، اس پہ ڈاکہ پڑ جائے، سینہ خالی ہو جائے، اور آپ گمراہ ہو جائیں، بدعقیدہ ہو جائیں اور اپنے عقیدے کو بدل کر دوسرے عقیدے میں داخل ہو جائیں، کیا یہ کوئی نقصان نہیں؟ آپ کو اس کا کوئی احساس نہیں۔

عزیزان من! تبلیغ کرنا میرا کام نہیں۔ میرے ایک شیعہ دوست تھے، بڑے پڑھے لکھے۔ جب وہ بار بار بحث کرنے لگے، تو مَیں نے کہا: "آپ مجھ سے کیوں بحث کرتے ہیں؟" تو کہنے لگے "میں معلوم کرنا چاہتا ہوں"۔ میں نے کہا۔ "آپ سید محمد مہدی علی خاں کو جانتے ہیں؟" کہنے لگے۔ "ہاں"۔ مَیں نے کہا: "جن کو نواب محسن الملک کہا جاتا ہے، جن کا ہندوستان میں ڈنکا بجتا تھا۔ جو آپ کے شیعوں کے بڑے مجتہد تھے۔ انہوں نے ایک کتاب لکھی ہے۔ "آیاتِ بیّنات" دو جلدوں میں، آج بھی موجود ہے۔ اپنی توبہ کی وجہ سے لکھی اور اس میں تمام حقائق بیان کئے، دلیلیں بیان کیں۔ کسی شیعہ مجتہد نے آج تک اس کا جواب

نہیں دیا۔ آپ اُسے پڑھیں، مجھ سے کیوں پوچھتے ہیں۔ یہ سب چیزیں موجود ہیں۔ آپ اپنے دل سے بھی سوال کریں۔

میں نے کہا: ”یاد رکھیں، آپ سچے دل سے اللہ تعالیٰ سے دُعا کریں کہ یا اللہ! جو فرقہ سچا ہے، نجات پانے والا ہے، میرا حشر اسی میں کیجئے۔ اگر مَیں گمراہ ہوں، میری راہیں سیدھی کر دیجئے“۔ مجھ سے کہنے لگے: ”پھر کون سا فرقہ سچا ہے؟“ میں نے کہا: ”وہی فرقہ سچا ہے جس میں باخدا موجود ہیں، فقراء موجود ہیں، اہلِ حق موجود ہیں۔ جو اس دنیا میں بھی بیٹھ کر جب تک اس کے جلوے یا تجلّی کو دیکھ نہیں لیتے، ان کو سانس نہیں آتا۔ جس فرقہ میں یہ ہیں، وہی فرقہ برحق ہے۔ ہاں، ذکر فکر میں، ھُوحق، لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ، یہ ذکر فکر جو ہیں یہ تو منزلیں اور درجے ہیں، گمراہ لوگ بھی اگر کرتے ہیں، تو ان میں بھی طاقت پیدا ہو جاتی ہے۔ اس سے کیا بنتا ہے۔ بنتا تو یہ ہے کہ اپنی آنکھ سے دیکھ لے۔ آخر کبھی کوئی فقیر بھی شیعہ ہوا، قادیانی ہوا“۔ کہنے لگے، ”نہیں، کیوں؟“ میں نے کہا ”بابا بُلھے شاہ نے کہا ؎

گل سمجھ لئی تے رَولا کیہ
ایہہ رام، رحیم تے مَولا کیہ

جب دیکھ لیا اپنی آنکھ سے، تو شور کیسا۔ پھر غوغا کیسا۔ پھر آہ و بقا کیسا، پھر یہ اختلاف کے نعرے کیسے، پھر لوگوں میں یہ نفرت پھیلانا“

بغض وکینہ اور عداوت پھیلانا کیوں؟ جب تمہیں اللہ تعالیٰ نے دُنیا میں بھیجا، تو فرشتوں نے کہا کہ اس کو دنیا میں بھیج رہے ہو، یہ دُنیا میں فتنہ و فساد پھیلائے گا۔ ہم تو ہر وقت تیری تسبیح و صلوٰۃ کرتے ہیں"۔ اور اللہ جلّ شانہٗ فرماتے ہیں "جو میں جانتا ہوں، تم نہیں جانتے"۔

اس میں اللہ کا جو حق ہے، اس کا عشرِ عشیر بھی ادا نہ کر سکا۔ بھیجا تو اسی لئے گیا تھا۔ ایک سبق تھا، جو بھول گیا۔ دنیا امتحان گاہ ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: "دُنیا کافر کے لئے جنّت ہے اور مومن کے لئے دوزخ"۔ پھر فرمایا "الدّنیا مزرعۃ الآخرۃ"۔ دنیا آخرت کی کھیتی ہے۔ یہ دارالامن ہے، اس میں تمہیں بونا ہے، اس عمل کی جزا تمہیں قبر میں ملے گی، حشر میں ملے گی۔ ابھی تمہیں دو دنیائیں اور دیکھنی ہیں۔ یہ دنیا جو تم ختم کر چکو گے، جب مٹّی پڑے گی، سب باہر رہ جائے گا، اور صرف تمہارے اعمال ساتھ جائیں گے۔ اعمال اگر اچھّے ہوں گے، تو تب خوش رہو گے۔ بُرے ہوں گے، تو حشر بُرا ہوگا۔ اس لئے میں کہا کرتا ہوں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث ہے کہ "جس کے گلے میں بیعت نہیں، وہ جاہلیت کی موت

مرا"۔ یہ قرآن شریف میں بھی ہے۔ یہ سنّت ہے۔ اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ "اے نبی! جو آپ کے ہاتھ پہ بیعت کرتے ہیں، وہ دراصل ہمارے ہاتھ پہ بیعت کرتے ہیں"۔

پھر فرمایا کہ "جو اس دُنیا میں اندھا ہے، وہ آخرت میں بھی اندھا اُٹھے گا"۔ یعنی یہ وہ لوگ ہیں جو دل کی معرفت حاصل نہ کرسکے، اور اپنے رب کو نہ پہچان سکے"۔

حدیث قدسی میں ارشاد ہے کہ "جس نے اپنے نفس کو پہچانا، اس نے اپنے رب کو پہچانا"۔ سارا جھگڑا، سارے دھوکے شیطان اور نفس کے تھے، اور نفس شیطان کا اپنا غلام ہے۔ یاد رکھو۔ "جی ایچ کیو" جو ہے وہ شیطان کے پاس ہے۔ نفس تو اس کا اپنا غلام ہے۔

عزیزانِ من! میرے اس خطاب کا مقصد ہی یہ ہے کہ آپ کو آگاہی دوں، خبردار کروں کہ آج اس دور میں جب دین مٹ چکا ہے۔ چھوٹے چھوٹے ذرّات باقی ہیں، وہ بھی مٹائے جارہے ہیں۔ اب مولویوں اور پیروں کا قبلہ جو ہے وہ کعبہ یا مدینہ شریف نہ رہا۔ میں علماء حق یا پیرانِ طریقت کے متعلق نہیں کہہ رہا ہوں، باقی تو سب یورپ جارہے ہیں۔ اور بعض کا تو انتقال یورپ ہی میں ہوا۔ خبردار اس لئے کر رہا ہوں تاکہ کل قیامت کے روز آپ

یہ نہ کہہ سکیں کہ ہمیں خبر نہ تھی، کسی نے منادی نہیں دی، کسی نے آوازِ حق ہمارے کانوں تک نہ پہنچائی۔ حالانکہ فرض آپ کا تھا کہ ڈھونڈیں کہ حق کہاں سے ملتا ہے۔ لیکن یہ رب کی مہربانی ہے کہ جس پہ چاہے فرماتے کہ آپ کو آپ کے گھر میں آواز سنائی دے رہی ہے، آپ کے گھر تک آواز پہنچائی جارہی ہے۔ نصیب اپنا اپنا، خیال اپنا اپنا، فکر اپنی اپنی، انداز اپنے اپنے، ادائیں اپنی اپنی۔

یاد رکھو، یہ دوطرفہ معاملہ ہے۔ اگر تم محبّت کرو گے، تو رب کریم تمہاری طرف آئے گا، اور وہ بندہ سے شدّت سے محبّت کا تقاضا کرتا ہے۔ اس لئے فرمایا فاذکرونی اذکرکم تم میرا ذکر کرو، میں تیرا ذکر کروں گا۔ واشکرولی۔ اور میرا شکر ادا کرو۔ ولا تکفرون اور کفران مت کرو۔

اور پھر دوسری جگہ فرمایا کہ "جب حج وغیرہ کے ارکان سے تم فارغ ہوجاؤ تو کذکرکم آبائکم۔ میرا اس طرح ذکر کرو جس طرح اپنے باپ داداؤں کا کرتے ہو۔" او اشدَّ ذکراً بلکہ اس سے بھی زیادہ شدّت سے کرو۔ اور جب تک محبّت میں شدّت نہیں آتی، وہ محبّت کامیاب نہیں ہوتی۔ محبّت شدّت چاہتی ہے۔ اور اللہ تعالیٰ بھی چاہتے ہیں کہ میرا بندہ مجھ سے ٹوٹ

کر محبّت کرے۔

اس لئے سورہ مزمّل میں کہا۔ وَاذْکُرِ اسْمَ رَبِّکَ وَتَبَتَّلْ اِلَیْہِ تَبْتِیْلاً۔ اور اپنے رب کا نام یاد کرو اور سب سے ٹوٹ کر اس کے ہو رہو۔"

عالم تو یہی کہیں گے کہ سب سے لاتعلق ہو کر اللہ سے محبّت کرو، مگر اہل معرفت کہیں گے ٹوٹ کر، ہر چیز کو نفی کر کے، ہر چیز کو فنا کر کے، اپنے آپ کو اس کی ذات میں مستغرق کر کے، پھر اس کا ذکر کرو، اور ذکر ہی ذکر کی آواز سنو۔ تب تمہیں کسی اور چیز کی آواز نہ آئے، تمہاری آنکھ کسی اور چیز کو نہ دیکھے۔ تمہارے ذہن میں کسی اور چیز کا خیال نہ آئے۔ پھر کہیں جا کر وَاذْکُرِ اسْمَ رَبِّکَ وَتَبَتَّلْ اِلَیْہِ تَبْتِیْلاً کی ادائیگی کی کوشش شروع ہو گی۔ لیکن یہ کمال نہیں ہے۔ کمال تو آگے پہنچے گا۔

عزیزانِ من! جب ذرا سی بات ہو جاتی ہے، تو علماء یورپ چلے جاتے ہیں۔ وہاں انہیں خوب مال متاع ملتا ہے، اور خوب سامان سے لدے ہوئے آتے ہیں، اور اخباروں میں آتا ہے کہ ہزاروں ان کے ہاتھ پہ مسلمان ہو گئے، حالانکہ گھر میں آگ لگی ہوئی ہے۔ قادیانیوں کی آگ علیحدہ، پرویزیوں کی آگ علیحدہ، اور وہابیوں کا گڑھ علیحدہ۔ دبا دب لگے ہوئے ہیں خاموشی سے۔ یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم

یہ درود بھی بھیجتے ہیں اور اندر ہی اندر جڑ بھی کاٹ رہے ہیں۔
کتابیں بھی لکھتے ہیں۔ میں مولانا احمد رضا خان بریلوی رحمتہ اللہ علیہ
کا ممنون ہوں کہ وہ پہلی شخصیت تھے کہ جنہوں نے ان عالموں کی
کتابوں میں جو کفریات بچی گئی ہیں، وہ ان میں سے نکال کر مسلمانوں
کے سامنے رکھ دیا۔ وہ کوئی معمولی شخصیت نہ تھے۔ نہ کرتے تو ان
سے ضرور سوال ہوتا۔ انہوں نے تیرہ سال کی عمر میں فتویٰ دینا شروع
کیا تھا۔ حفظ قرآن فرمایا اور چالیس علوم پر دسترس رکھتے تھے۔
میں علی گڑھ یونیورسٹی کا پڑھا ہوا ہوں۔ سر ضیاء الدین جو
وائس چانسلر تھے، وہ ریاضیات میں "رنگلر" تھے۔ یاد رکھو، یہ
ریاضیات میں اعلیٰ ترین اعزاز ہوتا ہے۔ دو شخص رنگلر ہوتے۔
ایک سر ضیاء الدین اور دوسرے علامہ عنایت اللہ مشرقی رحمتہ اللہ علیہ۔
سر ضیاء الدین کو ایک مسئلہ درپیش آگیا، یعنی ریاضی کا پرابلم۔ بڑی
کوشش کی مگر حل نہ ہوا۔ ان کے ایک دوست نے مشورہ دیا کہ
آپ بریلی مولانا احمد رضا خان بریلوی کے پاس جائیے۔ انہوں نے
نہایت حقارت سے کہا "یہ مولویوں کا کام نہیں ہے۔ یہ ریاضی
کا پرابلم ہے۔"
دوست نے کہا "ایسی بات نہیں، وہ سمجھدار ہیں۔ آپ
جا کے تو دیکھیں۔"

چنانچہ انہوں نے وقت لیا، اور آپ نے عصر کا وقت دیا۔ یہ وقتِ مقررہ پہ پہنچے۔ علیک سلیک ہوئی۔ آپ نے فرمایا: "آپ کا کیا مسئلہ ہے؟"

سر ضیاء الدین نے کہا یہ مسئلہ ہے۔ آپ نے کاغذ لیا، اس پہ شکل بنائی اور فرمایا: "یہ حل ہے آپ کے مسئلہ کا۔" ضیاء الدین دم بخود ہو گئے۔ سر جھک گیا تعظیم سے۔ بعد میں کہنے لگے کہ "اگر ہمارے علماء میں ایسی ایسی شخصیتیں ہیں جو سائنس کو دبا سکتی ہیں، تو افسوس ہم یورپ والوں کی طرف کیوں نگاہ کرتے ہیں"۔

تو چالیس علوم پہ آپ کو عبور حاصل تھا۔ اور جب یہ فتنے سامنے آئے، اس کے بعد بریلی مکتبِ فکر کے لوگوں نے کتابیں لکھنی بھی شروع کر دیں۔ انہوں نے اپنے پاس سے نہیں کہا، انور ٹیڈ کو ماخذ (وادین) کے اندر کہا کہ فلاں نے یہ کہا، فلاں نے یہ کہا۔ ایک کتاب میری نظر سے گزری۔ اس میں انہوں نے یہ سارے جو لکھے ہوئے تھے، وہ سب شامل کر دیئے۔ وہ کتاب جب مولانا امیر عثمانی صاحب، جو کہ دیو بند کے بہت بڑے عالم ہیں اور وہاں سے نکلنے والے رسالے کے مدیرِ اعلیٰ بھی ہیں، کے پاس پہنچی تو معلوم ہے وہ کیا کہتے ہیں (یہ تلوار ہے چھپی ہوئی) کہتے ہیں کہ "اس کتاب میں جو چیزیں میں نے دیکھی

ہیں، میرے جسم کے رونگھٹے کھڑے ہو گئے ہیں۔ میں لرز گیا ہوں کہ اتنی گستاخی، اتنی دریدہ دہنی سے انہوں نے یہ چیزیں لکھی ہیں۔ اور لکھنے والے وہ کون لوگ ہیں، ہمارے بڑے، جن کو ہم اکابرین سمجھتے ہیں"۔ پھر فرمایا "اس چیز کا ہم کیا جواب دیں۔ ہم کوئی جواب نہیں دے سکتے کیوں کہ یہ ہمارے ہی اکابرین کے لکھے ہوئے ہیں۔ ہم جواب کیا دیں ان کو"۔

دیوبند ہندوستان اور پاکستان میں ان کی سب سے بڑی دینی درسگاہ ہے۔ سب سے پرانی درسگاہ۔ اور یاد رکھو، جب اپنی بات آتی ہے، تو اِن عالموں کی سلور جوبلی بھی منائی جاتی ہے، ان کی گولڈن جوبلی بھی منائی جاتی ہے۔ اور گولڈن جوبلی کی صدارت کے لئے درخواست کس سے کی گئی۔ (کوئی فقیر ہو تو مر جائے گا، کبھی ایسا نہیں کرے گا۔) درخواست ایک کافر عورت یعنی مسز اندرا گاندھی سے کی گئی۔ وہ اس تقریب کی صدر بنیں۔ یعنی صدارت کی کرسی پر وہ بیٹھیں۔ اور علماء جتنے بھی تھے، وہ نیچے بیٹھے۔ ان میں بعض علماء حافظِ قرآن بھی تھے۔ ان کے ہاں یہ سب کچھ ہوتا ہے، یہ سب کچھ ظلم ہوتے ہیں، لیکن کوئی آواز نہیں اٹھاتا تھا۔ ان سب نے پاکستان بننے کی مخالفت کی تھی۔ دیوبند سے صرف مولانا شبیر احمد عثمانی رحمتہ اللہ علیہ تھے جنہوں نے ان لوگوں کی مخالفت کی اور پاکستان

کا ساتھ دیا۔

اور کہوں؟ یہ چند سال پہلے کی بات ہے۔ آپ نے بھی اخباروں میں پڑھا ہوگا۔ دیوبند میں ایک طرف مولانا حسین احمد مَدنی تھے، جن کو دیوبندی خدا رسول کے بعد بڑا سمجھتے ہیں، ان کے لڑکے تھے، اور دوسری طرف قاری طیّب تھے، جس کو یہ وہابی دیوبندی اپنا سب کچھ سمجھتے ہیں۔ ان کے درمیان اتنی شدید لڑائی ہوئی حتیٰ کہ دیوبند مدرسہ کو تالے لگ گئے، خوب ہاتھا پائی ہوئی، جیسے آپ کے ہاں Riots فسادات ہوتے ہیں۔ یہ مَیں اپنے پاس سے نہیں کہہ رہا۔ یہ جو اخباروں میں چھپا وہی کہہ رہا ہوں۔ چنانچہ یہاں سے علماء کا ایک گروہ گیا، اس امید پر کہ علماء ہیں، ان سے بات کریں گے، کیونکہ یہ معاملہ شیعہ سنّی کا تو نہیں ہے، سنیوں کے اندر کا ہے، لیکن جب وہ وہاں گئے تو اپنا سا مُنہ لے کے واپس آئے۔ نا وہ مولانا مدنی کے لڑکے ٹس سے مس ہوئے اور نہ یہ مولانا طیّب وغیرہ ٹس سے مس ہوتے۔ پھر معلوم نہیں یہ معاملہ کیسے حل ہوا۔ تو یہ ہیں ان کی بلندیاں۔ اور یہ ہے ان کے دلوں کی طہارت۔ جن سے اِتنا فتنہ و فساد اُٹھے۔

دین کے اندر ان کی اتنی حکمت ہے کہ غالباً لارڈ کننگٹن صوبہ سرحد کا جو گورنر تھا یا کسی اور جگہ کا، اس کی سالی اسلام سے بہت

متاثر ہوئی۔ وہ دیو بند پہنچی اور اسلام قبول کیا اور پھر کہا کہ میری شادی کسی جگہ کرادی جائے۔ اب جب شادی کی جاتی ہے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا بھی حکم ہے کہ شادی کے وقت کفو دیکھو۔ یعنی قبیلہ برابری کا ہو۔ وہ چیزیں جو ہیں، ان میں مماثلت ہو۔ لیکن یہ جو دین کے علمبردار ہیں، انہوں نے معلوم ہے کیا کیا؟ انہوں نے ایک مولوی پکڑا طالب علم، غربت کا مارا۔ نکاح پڑھا دیا اس کے ساتھ اور اس کے سپرد کر دیا۔ اس کے پاس رہنے کی جگہ بھی نہیں تھی۔ دو تین کچے کمرے تھے، وہ اسے وہاں لایا۔ لیکن آفرین ہو اس عورت کو کیونکہ دین اس کے اندر داخل ہو چکا تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور اللہ تعالیٰ کی محبت اس کے اندر داخل ہو چکی تھی۔ اس نے اسی کچے گھر کو صاف ستھرا کیا۔ باہر سے اس کی رشتے دار میمیں ملنے آتی تھیں، اور وہ خود بھی ان کو ملنے جاتی تھی۔ لیکن اس نے اس شخص کو نہیں چھوڑا۔ لیکن ان مولویوں نے کتنا بڑا ظلم کیا۔ کیا ان کو کوئی خوشحال آدمی نہیں ملا۔ کوئی خوشحال دیندار نہیں ملا۔ یہ جو اس پہ ظلم کیا۔ اگر وہ اس حالت کو دیکھ کے دین سے بھاگ جاتی تو کون ذمہ دار ہوتا۔

نومسلم کے سلسلے میں تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور اللہ تعالیٰ بھی انتہائی حساس ہیں۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے زکوٰۃ کی تقسیم اپنے

ہاتھ میں رکھی۔ کسی کو زکوٰۃ کی تقسیم کا حق نہیں دیا۔ اور اس میں بھی اللہ تبارک و تعالیٰ نے کہا تالیفِ قلوب ہیں کہ " اگر نو مسلم مالدار بھی ہو، اس کو زکوٰۃ دو۔ اس کو زکوٰۃ دینا جائز ہے، اس لئے کہ وہ اپنے بہن بھائی، ماں باپ، قبیلہ وغیرہ سب کچھ چھوڑ کر اللہ اور رسول کی خاطر آیا ہے۔ جب آپ مال دیں گے تو اُسے تمہاری محبّت کا پتہ چلے گا۔ دین کے اندر جو تمہارا مقام ہے، وہ پتہ چلے گا، اور اسے معلوم ہو جائے گا کہ اگر اس نے ایک گھر چھوڑا ہے، اپنے ماں باپ، بہن بھائی چھوڑے ہیں، تو یہ روحانی بھائی، رُوحانی ماں باپ یہ سب اُسے مل گئے ہیں۔ اس کا کوئی نقصان نہیں ہوا۔ اس طرح اس کا دل لگ جائے گا۔ وہ دین کی طرف آگے بڑھے گا۔ اور اگر ایسا نہیں ہوا، اور تمہاری وجہ سے اُسے تکلیف پہنچی، تو یاد رکھو، وہ اگر دین سے لوٹ گیا، نکل گیا، تو اس کے ذمّہ دار سب ہیں۔ لیکن اگر اس میں سے ایک آدمی بھی بڑھ کر اس سے نیک سلوک کرتا ہے، اچھائی کرتا ہے اور اس کے دل کو جمعیّت ہوتی ہے، تسلّی ہوتی ہے، تو آپ سب کا یہ فرض کفایہ ادا ہو جاتا ہے۔

عزیزانِ من! اب میں پانچ ارکان کی طرف آتا ہوں۔ حدیث شریف میں ہے، فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر رکھی گئی ہے۔ نمبر ایک۔ اس اَمر کی گواہی

دینا کہ خدا کے سوا کوئی معبود نہیں، اور محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) خدا کے بندے اور رسول ہیں۔ یہ پہلا رکن ہے۔

دوسرا، نماز قائم کرنا، نماز پڑھنا نہیں، یا نماز سے فارغ ہونا نہیں۔ یعنی ہاتھ اٹھائے اور گئے۔ نہیں، فرمایا نماز قائم رکھو، اور قائم اس وقت ہوتی ہے کہ جب تم کھڑے ہو نماز کے لئے، اور تمہیں معلوم ہو کہ کس کے سامنے کھڑے ہو۔ تمہیں معلوم ہو کہ الحمد للہ کا کیا مطلب ہے۔ تمہیں معلوم ہو کہ سُبحان ربّی العظیم کس کے سامنے کہہ رہے ہو، اور یہ جھکے ہوتے کیوں ہو۔ تاکہ اس کی عظمت سے آگاہ رہو کہ وہ تمہیں دیکھ رہا ہے، یا تم اُسے دیکھ رہے ہو۔ پھر نماز قائم ہوتی ہے۔ کیوں کہ یہ نشہ ہو جاتا ہے۔ اس لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نماز مومن کی معراج ہے، پھر فرمایا جنّت کی کنجی ہے۔ پھر فرمایا: نماز میری آنکھوں کی اور دل کی ٹھنڈک ہے۔

تیسرا رکن روزہ ہے۔

چوتھا رکن زکوٰۃ دینا۔ اپنے مال سے نکال کے دینا۔ یہ زکوٰۃ کا حکم دے کر اللہ احسان فرماتا ہے، کیونکہ یہ مال کو پاک کرتا ہے۔ اور جس مال میں زکوٰۃ باقی ہے، وہ سارا مال ضائع ہو جاتا ہے۔

پانچواں رکن حج کرنا۔ یہ حج اس طرح نہیں جس طرح آج کل ہو

رہا ہے۔ عزیزانِ من! حج خانہ کعبہ کی زیارت ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے روضۂ اطہر کی حاضری ہے۔ اس حاضری سے دیوبندیوں، وہابیوں اور بدمذہب لوگوں کو بڑی تکلیف ہوتی ہے۔ کہتے ہیں کہ آپ یہ کہا کریں کہ مسجد نبوی کے لئے جا رہے ہیں۔ یہ زیارت نہ کہئے۔ سنا آپ نے۔ تو پھر یہ لفظ نبوی کیسے آیا۔ نبوی۔ یہ کون سے نبی تھے جن کے لئے یہ نبوی کہا۔ یہ ہمارے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ہے۔ یہ مسجد جو ہے یہ اعزازی علامت ہے۔ لیکن نہیں، وہ کفر جو ہے، اندھیرا جو ہے، کینہ و بغض جو ہے، عداوت جو ہے، یہ سینوں کے اندر دبے ہوئے ہیں۔ صلی اللہ علیہ وسلم تو کہتے ہیں مگر ان سے پوچھو جو اُن پر گزرتی ہے، جو نہی موقع ملتا ہے، ڈنک مارتے ہیں۔

حج کیا ہے؟ حرام کھایا جا رہا ہے، جھوٹ بولا جا رہا ہے، صغیرہ اور کبیرہ دونوں گناہوں میں آگے ہے۔ شراب بھی پی جا رہی ہے۔ عورت بھی نہیں چھوڑی جا رہی ہے۔ یورپ کے بھی دورے جاری ہیں۔ جو کچھ وہاں کر کے آتے ہیں، سب کچھ ہوتا ہے، اور واپسی پر عمرہ کیا، یعنی صابن سے دھولیا۔ اس طرح صفائی ہوتی ہے۔ یہاں سے حج کے لئے نیت یہ نہیں ہے کہ حج کے بعد مَیں کوئی گناہ نہیں کروں گا، جھوٹ نہیں بولوں گا۔ صغیرہ اور کبیرہ

گناہ نہیں کروں گا، کسی کا حق نہیں ماروں گا۔ جس کا قرضہ ہے، دے دوں گا، اور اب بلیک میل نہیں کروں گا۔ یہ ساری چیزیں نہیں۔ اس کی نیّت بدستور ہے۔ بلکہ اس کے تحت الشعور میں ہے۔

انسان کے مائینڈ (ذہن) کی تین حالتیں ہیں یشعوری حالت، یعنی Conscious ۔ تحت الشعور یعنی Sub-conscious اور لاشعوری حالت یعنی Un-conscious ۔ بعض باتیں جو انسان کی ہوتی ہیں، تحت الشعور میں چلی جاتی ہیں، وہ لاشعور میں چلی جاتی ہیں۔ زبان سے تو وہ کہتا ہے، لیکن اس کے تحت الشعور اور لاشعور میں یہ ہے کہ وہاں جلدی سے فارغ ہوں۔ یہ چالیس نمازیں کیوں رکھی ہیں۔ تاکہ آگے یہاں آکر کام کرنا ہے۔ کام کون سا؟ وہی حرام زدگیاں کرنی ہیں۔ نیّت تو یہ ہے۔ اور جس مال سے حج کیا جا رہا ہے، وہ سارا حرام کا ہے۔ وہ پیسہ ہی حرام ہے، اور حدیث شریف ہے کہ حرام مال سے جس جسم کی پرورش ہوگی، وہ جنّت میں نہیں جائے گا۔ طیّبت یعنی پاک روزی کے لئے اتنا اصرار ہے۔ چنانچہ ہوتا کیا ہے؟ حج جو کرکے آتے ہیں، وہ حاجی بھی کہلاتے ہیں، مگر اپنی کرتوتوں کی وجہ سے ایک نقطہ اگر بڑھ جاتا ہے تو تین نقطے نیچے آجاتے ہیں۔ اور پھر لفظ حاجی سے "ح" غائب ہو جاتی ہے اور دنیا والے انہیں

پاجی کہنا شروع کر دیتے ہیں۔

مجھ سے ایک صاحب نے سوال کیا کہ یہ کیا بات ہے کہ جو حج کر کے آتے ہیں، ان میں سے نوّے فیصد پاجی کے پاجی رہ جاتے ہیں۔ میں نے کہا کہ جب یہ جاتے ہیں تو ان کا دوست یعنی شیطان ایئر پورٹ یا سی پورٹ پر بیٹھ جاتا ہے۔ اور جب یہ واپس آتے ہیں، تو وہ ان سے گلے ملتا ہے، مبارک باد دیتا ہے کہ شکر ہے جیسے ہی گئے تھے، ویسے ہی ہو۔ پاجی گئے تھے، اب بھی پاجی ہو۔ حاجی نہیں ہو۔ میں نے انہیں ملتان کا واقعہ سنایا۔ یہ سچّا قصّہ ہے۔

میں نے کہا کہ گرمیوں میں ایک غریب آدمی باہر سویا ہوا تھا۔ اس نے اپنے بستر کو لپیٹ کر تکیے کے طور پر اپنے سرہانے رکھ دیا تھا۔ رات کو ایک چور آیا، اس نے اچانک جھپٹا مارا، بستر کھینچا اور دوڑ پڑا۔ پیچھے پیچھے یہ بھی دوڑ پڑا۔ جب اس نے دیکھا کہ چور کے داڑھی بھی ہے، تو اس نے آواز دی "حاجی جی، میرا بسترا دیتے جانا، مَیں بڑا غریب آدمی ہوں، خدا کے واسطے"۔ چور رُک گیا، بستر اُسے دے دیا، مگر کہا کہ ایک بات بتاؤ کہ تمہیں کیسے پتہ ہے کہ مَیں حاجی ہوں؟ اس نے جواب دیا کہ "معاف کرنا، ایسے کام حاجی ہی کرتے ہیں۔

ایک بار میرے باس کی کار چوری ہو گئی رمضان شریف میں۔ مجھ سے کہنے لگے: "افضل صاحب، میری کار چوری ہو گئی، خیر پرواہ نہیں۔ ہم تو تین تین جنگل اپنی بیٹیوں کو جہیز میں دے دیتے ہیں۔ یہ کوئی بات نہیں، لیکن یہ افسوس ہے کہ کسی کا ایمان خراب ہو گیا"۔ مَیں نے کہا: "جی، یہ خیال خیال کی بات ہے۔ آپ ایسا سوچتے ہیں، لیکن جس نے چوری کی، وہ کہتا ہو گا کہ خدا کا فضل ہو گیا، اللہ نے کریمی کی کہ مجھے کار دے دی، اور میرا کام بن گیا"۔ انہوں نے میری طرف دیکھا، مسکرائے اور کہنے لگے: "اچھا!" مَیں نے کہا: "بالکل، مجھے کوئی شک نہیں اس میں"۔

بیس پچیس دن کے بعد، یعنی عید کے بعد انہوں نے مجھے فون کیا اور کہا: "آئیے چائے پیتے ہیں"۔ خیر جب میں گیا تو کہنے لگے: "افضل صاحب، مَیں آپ کو بات سناؤں تو آپ کے رونگھٹے کھڑے ہو جائیں گے"۔ مَیں نے کہا: "کیا؟"

کہنے لگے: "مجھے ٹیلی فون آیا ہے کہ سر آپ کی کار مل گئی ہے۔ میں جب تھانے گیا تو دیکھا کہ داڑھیوں والے بیٹھے ہوتے ہیں۔ میں نے کہا کہ داڑھیاں رکھی ہوئی ہیں سب نے آج۔ کہنے لگے نہیں نہیں۔ ان میں وہ بھی ہے جس نے تراویاں پڑھائی ہیں ہم کو۔ حافظ قرآن ہے۔ ان میں ایک وہ بھی تھا ایس ڈی او۔

ان میں ایک ڈپٹی چیف بھی تھا جو میرے ماتحت کام کرتا تھا۔ اس کا لڑکا بھی تھا۔ تین تو داڑھیاں رکھے ہوئے تھے۔ یہ گینگ کی حیثیت میں تھے۔ مجھے افسوس ہوا داڑھیوں والوں کو دیکھ کر کہ پتہ نہیں کس ضرورت کے تحت یہ کام کیا ہے۔ مَیں نے انہیں کہا کہ اگر تمہیں پیسوں کی ضرورت تھی، تو مجھے کہہ دیتے۔ اچھا چلو ہاتھ اٹھاؤ، تمہارے لئے دُعا کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ تمہیں ایمان نصیب کرے اور صحیح راستے پہ ڈالے۔ جواب پتہ ہے کیا دیا؟ کہا، صاحب، ہمیں آپ کی دُعا نہیں چاہیئے۔ آپ اپنا کام کریں، ہمارے پیشے میں دخل نہ دیں۔ ہماری روزی خراب مت کریں۔" یہ حالت ہو گئی ہے۔

میں نے انہیں کہا: اب آگے کوئی اسٹیشن نہیں مسلمان قوم کے لئے۔ بالخصوص پاکستان کے لئے۔ سمندر جو ہے، اسکی لہریں انتظار کر رہی ہیں۔ آؤ، تم خدا کے باغی ہو، بے ادب ہو، اولیاء اللہ کے بے ادب ہو۔ اور جب ان باغیوں پہ پڑتا ہے، تو پھر ان کی باتیں دیکھیں۔ میرے پاس بھی کئی آئے۔ میں نے کہا کہ تم تو غیب کے علم میں یقین نہیں رکھتے۔ اس نے کہا کہ میرا بیٹا تھا، بھانجا تھا۔ ستر ہزار روپے کیش لے گیا۔ میری دو فیکٹریاں بھی ہیں۔ میں نے جب اس کی طرف غور سے دیکھا تو اس کے

کپڑے ایسے تھے جیسے جوتیاں کھا کے آیا ہے۔ اس نے مجھے بتایا تو نہیں، لیکن میں نے کہا کہ مجھے تو تم وہابی لگتے ہو۔ تمہارا عقیدہ صحیح نہیں۔ کہنے لگا، نہیں جی، میں وہابی نہیں ہوں۔ میں نے کہا: فقیر کی نگاہ دل پر ہوتی ہے۔ تمہاری شیخی بتا رہی ہے کہ تم وہابی ہو۔ کہنے لگا: میں وہابی وغیرہ نہیں۔ آپ دیکھ کر بتائیں۔ میں نے کہا کہ جب علم غیب پر تمہارا ایمان ہی نہیں، تو کیا بتائیں۔

یاد رکھو، ایک علم غیب ذاتی علم غیب ہے۔ وہ اللہ تعالیٰ نے کسی کو نہیں دیا۔ اور دوسرے علوم غیب جو ہیں، وہ اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو بھی دیئے، بندوں کو بھی دیئے۔ اور انہی علوم کے تحت فرشتے کام کر رہے ہیں، کوئی بارش برسا رہا ہے، کوئی جان قبض کر رہا ہے۔ یہ تو آپ سب جانتے ہیں۔ یہاں تو مولوی آپ کو دھوکہ نہیں دے سکتا۔

اسی طرح اللہ تبارک و تعالیٰ نے فقراء رکھے ہوئے ہیں باطن میں، ان کے بھی عہدے ہیں۔ اوتاد، اولیاء، ابدال، قطب وغیرہ، یہ سارے ان کے سپرد ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں طاقت دی ہوئی ہے۔ وہ طاقت سے معلوم کر سکتے ہیں۔ لیکن یہ ایک راز ہے، پردے کے پیچھے۔

تو وہ علم ذاتی، دوسرا علم ہے، جو کسی نبی مُرسل تک کو

نہیں ملا۔ اور یہ علوم ہیں۔ یہ تقویمی نظام چلانے کے لئے دیئے ہیں۔ ورنہ فرشتے جو ہیں وہ جانیں کیسے قبض کرتے، بارش کیسے برساتے، بھونچال اور یہ آفتیں کیسے نازل کرتے۔

تو عزیزانِ من! جان لو کہ حج جو ہے، اس کی ادائیگی سے پہلے آپ کو اپنے صغیرہ اور کبیرہ گناہوں سے توبہ کرنا ہوگی۔ نیّت کرنا ہوگی۔ اور اپنی زبان کو جھوٹ سے پاک رکھنا ہوگا۔ اللہ تعالیٰ سے سب وعدے کرنے ہوں گے۔ پھر لبّیک اللّٰھم لبّیک شروع ہوگا۔ ایسے نہیں۔ یہ احرام باندھنے سے، یا دوڑ لگانے سے، اور کنکریاں پھینکنے سے، یا بکرا ذبح کرنے سے نہیں ہوتا۔ تقویٰ دل سے ہے۔ اور جس دل میں ایمان ہی نہیں، تقویٰ کہاں سے آئے گا۔ جو بے چین ہے کہ جلدی واپس جاؤں تاکہ بلیک مارکیٹ کروں، تو یہ کوئی حج نہیں ہے۔

اس کے بعد رمضان کے روزے رکھنا ہے۔ یہ پانچواں رکن ہے۔ اس کی اہمیت آپ سب جانتے ہیں۔ روزے کے فضائل میں ایک بات ہی کہوں گا۔ حدیث قدسی میں ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا: "یہ روزے دار کی جزا میرے پاس ہے۔ محفوظ۔ کسی کو معلوم نہیں۔ اس کی جزا میں دوں گا قیامت کے دن"۔ پھر فرمایا کہ "روزے دار کے منہ میں جو بُو ہے یہ مشک سے

بھی زیادہ ہمیں عزیز ہے"۔

پھر اس ماہِ رمضان کے آخری عشرہ کے بارے میں فرمایا کہ "طاق راتوں میں وہ مقدّس رات بھی ہے"۔ کسی نے کہا۔ عام طور پر۔ یہی کہا جاتا ہے کہ یہ ستائیسویں کی رات ہے۔

یہ وہ مہینہ ہے جو گیارہ مہینے کی آپ کی غلاظت صاف کر دیتا ہے۔ بشرطیکہ نگاہ کا بھی روزہ ہو، آنکھ کا بھی روزہ ہو۔ ناک کا بھی روزہ ہو، زبان کا بھی روزہ ہو، پیٹ کا بھی روزہ ہو، کان کا بھی روزہ ہو، پاؤں کا بھی روزہ ہو، یعنی سب اعضاء کا روزہ ہو۔ ورنہ حدیث شریف ہے کہ اللہ تعالیٰ کو تمہارا بھوکا رہنے کی ضرورت نہیں ہے۔ یہ مکمل ٹریننگ ہے۔

جب تک ان امور کے متعلق تفصیل سے علم حاصل نہ کریں، آپ کیسے عمل کر سکتے ہیں۔ یہاں میں صرف اس قدر بیان کروں گا جس قدر گستاخی کے بارے میں مجھ سے اپنی استعدادِ علم کے مطابق ہو سکتا ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے وہ محبّت جو کرنی چاہیئے وہ آپ کیسے کر سکتے ہیں جب تک آپ اس مبارک ہستی (جن پر اربوں، کھربوں درُود وسلام، ہر لمحہ، لحظہ، ہر سانس) کی حیاتِ طیّبہ اور ذات وصفات کے بارے میں نہ جانیں۔ کیسے محبّت ہو سکتی

ہے۔ کیسے دین آپ کے اندر داخل ہوگا۔ کیسے ایمان داخل ہوگا۔ ہرگز نہیں۔

جان لو کہ ایک وقت تھا جب سوائے ذاتِ باری تعالیٰ کے کسی چیز کا وجود نہیں تھا۔ اللہ تعالیٰ کے سوائے۔ یعنی نور باری تعالیٰ کے سوائے کوئی چیز نہیں تھی۔ حدیث قدسی ہے کہ فرمایا اللہ تعالیٰ نے: "میں تھا ایک چھُپا ہوا خزانہ۔ میں نے چاہا کہ پہچانا جاؤں"۔ اب سوال یہ ہے کہ کیسے ظاہر ہوا۔ کیسے پیدا کیا؟ اس لئے اللہ تعالیٰ کی سنّت معلوم کرنی پڑے گی۔ اور وہ کلام پاک میں ہے۔ کلام پاک میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جب میں کسی کام کا ارادہ کرتا ہوں، تو کہتا ہوں "کن فیکون" یعنی "ہو جا، ہو جاتا ہے"۔

اب اللہ تعالیٰ نے خود ہی "کن فیکون" کہا، خود ہی سنا، اور اس کے کہنے کے بعد سب سے پہلے جو چیز تخلیق کی، وہ نورِ محمدیؐ تھی۔ چنانچہ حدیث قدسی ہے: "میں تھا اِک چھُپا ہوا خزانہ۔ میں نے چاہا کہ پہچانا جاؤں، تو پیدا کیا تم کو اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)"۔

پھر دوسری حدیث قدسی ہے: "اگر تم نہ ہوتے اے محمدؐ (صلی اللہ علیہ وسلم) تو مَیں آفاق کو پیدا نہ کرتا۔ لولاک لما خلقت الافلاک۔

تو پھر تخلیق عالم کا باعث کون ہے؟ باعث آپ صلی اللہ علیہ وسلم

ہی ہیں۔ یعنی صرف آپ ہیں ملا آپ پہ لاکھوں، کروڑوں، اربوں، کھربوں درود وسلام ہوں، ہر لمحہ، ہر لحظہ، ہر سانس)۔ اس حدیث قدسی کے بعد کوئی شک ہی نہیں رہتا۔ باعث آپ ہی اور صرف آپ ہیں۔ حدیث شریف میں فرمایا گیا ہے۔" اللہ تعالےٰ نے سب سے پہلے میرے نور کو تخلیق کیا ۔ اس وقت لوح و قلم، زمین و آسمان، غرضیکہ کسی چیز کا وجود تک نہ تھا۔"

پھر فرمایا: " میں اس وقت بھی نبی تھا، جب آدم علیہ السلام پانی اور مٹی کے درمیان تھے۔ یعنی آدم کا خمیر بھی تیار نہیں ہوا تھا۔"

ایک حدیث ہے کہ " اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نظیر تمام عالم میں پیدا نہیں کیا۔" پھر فرمایا۔" میں اولادِ آدم کا سردار ہوں لیکن مجھے اس پر فخر نہیں ہے۔ مجھے فقر پر فخر ہے۔" (غور سے سنو، فرمایا مجھے فقر پر فخر ہے)۔ پھر فرمایا: " الفقر مِنّی" یعنی فقر مجھ میں سے ہے۔ پھر فرمایا: " الفقر کنز کنوزۃ"۔ یعنی فقر چھپے ہوئے خزانوں میں سے ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مختلف موقعوں پر مختلف انداز میں فرمایا۔ مثلاً ایک بار فرمایا: " میں نہیں ہوں مثل تمہارے حیثیت"۔ پھر فرمایا: " میں نہیں ہوں مانند ایک تمہارے کے"۔ پھر ایک دفعہ فرمایا۔ " کون ہے تم میں مثل میرے۔ بے شک میں تقسیم کرنے والا ہوں اور

عطا کرنے والا اللہ تعالیٰ"۔ یہاں وسیلہ کا مسئلہ آجاتا ہے۔

یہ جو وہابی کہتے ہیں کہ وسیلہ نہیں۔ تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: "پکارو، میں تمہاری پکار سنتا ہوں"۔ بے شک ایسا ہی ہے، مگر سننے کے بعد جب وہ دیتا ہے، تو پھر اس حدیث کی تفسیر دیکھو۔ وہ دیتا اپنے حبیب کو ہی ہے کہ تقسیم کردو۔ وہ نعوذ باللہ خود نہیں آیا گھر بچہ عطا کرنے کے لئے۔ یا کسی کے ہاں آٹے کی بوریاں ڈالنے کے لئے۔ یا جو کچھ بھی مانگا گیا ہو۔ یہ اس کا نظام ہے۔ یہ اس نے عزتیں بخشی ہوئی ہیں۔ یہ نہیں کہ وہ یہ کام خود کر نہیں سکتا۔ نعوذ باللہ مِنْ ذٰلِکَ۔ لیکن اس کی ایک شان ہے۔ ایک حیثیت ہے۔ اگر بادشاہ نے گورنر، وزیر اعظم یا وزیر مقرر کئے ہوئے ہیں، تو یہ ان کو اعزاز بخشے ہیں۔

تو صد افسوس، دنیا کا بادشاہ اپنے گورنر، وزیر اعلیٰ اور وزیروں کو یہ طاقتیں دیں، لیکن اللہ تبارک و تعالیٰ اپنے محبوب کو کوئی طاقت نہ دے۔ عطا کرنے والا بے شک وہی ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بھی ایک حدیث ہے کہ: "ایک تسمہ بھی ٹوٹ جائے، تو مانگو اللہ تعالیٰ سے"۔ چونکہ بات وہیں آتی ہے۔ پھر فرمایا: "ایک تسمہ بھی ٹوٹ جائے، یہ بھی ایک مصیبت ہے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ ہم اسی کا مال ہیں۔ اسی کی طرف لوٹ جانا ہے۔ ہم

اسی کی طرف سے آئے ہیں، اسی کی طرف لوٹ جانا ہے۔

پھر فرمایا کہ "میرا اللہ تعالیٰ کے ساتھ ایک ایسا بھی وقت ہوتا ہے کہ کسی ملائکہ، کسی مرسل کا وہاں سے گزر نہیں ہوتا۔" پھر فرمایا کہ "میں بھیجا گیا ہوں کل مخلوق کی طرف۔"

اب ذرا ان ارشادات و فرمودات کی طرف آئیے جو ربِّ کریم نے قرآن مجید میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے فرمائے، تاکہ آپ سمجھ سکیں کہ نبیٔ مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت کیا ہے مگر اس سے قبل کہ میں ان ارشاداتِ باری تعالیٰ کا ذکر کروں، پہلے جو چیز ضروری ہے، وہ بیان کروں۔

یہ سب چیزیں قرآن پاک میں ہیں۔ قرآن پاک نہ صرف مسلمانوں کے لئے بلکہ بنی نوع انسان کے لئے سرچشمۂ ہدایت ہے۔ یاد رکھو، پوری بنی نوع انسان حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی امّت ہے، چاہے ہندو ہے، سکھ ہے، عیسائی ہے۔ فرق بس یہ ہے کہ جیسے اللہ کے سب بندے ہیں، کچھ کافر ہیں، کچھ مشرک ہیں لیکن بندے ضرور ہیں کیوں کہ اولاد تو آدم علیہ السلام کی ہیں۔ اسی طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے جو باغی ہیں، وہ اُمتی کافر ہیں۔ جس زمانہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم پیدا ہوئے، اس سے لے کر آج تک یہ چیز امر اٹل ہے۔ اس میں کچھ شک نہیں ہے۔

تو پہلے قرآن کریم کے بارے میں یہ ذکر کرنا ضروری ہے یعنی قبل اس کے کہ کوئی ارشادات دیکھے، وہ پہلے ایمان کی عینک لگائے مغرب کی عینک نہ لگائے۔ ماڈرنزم (جدیدیت) کی عینک نہ لگائے اور اپنی فکروں کو دخل انداز نہ ہونے دے، کفریات کی عینک نہ لگائے، گمراہی کی عینک نہ لگائے، بغض و عداوت اور کینہ کی عینک نہ لگائے تاکہ وہ قرآن شریف میں ایسے نکتے تلاش نہ کرے جس سے قرآن کریم کی توہین ہو یا (نعوذ باللہ) اللہ تعالیٰ کی توہین کا پہلو نکلتا ہو یا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین کا پہلو نکلتا ہو۔

ان لوگوں کے لئے صاف کہہ دیا۔ سورہ بقریٰ کے شروع ہوتے ہی ارشاد ربّی ہے کہ جن لوگوں کو ہدایت ملنی ہے کلام پاک سے، رب کی طرف سے، یہ وہ لوگ ہیں، ایک، دو، تین، چار، پانچ وغیرہ جتنے بھی ہیں، وہ درجہ وار اللہ تبارک و تعالیٰ نے بیان فرما دیئے۔ تو میں پہلے ان کا ذکر کروں گا۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے سورۂ بقریٰ میں: اس میں ہدایت ہے۔

(۱) متقیوں کے لئے (تقویٰ میں سب کچھ آگیا۔ مال و دولت، ایمان) (۲) ان لوگوں کے لئے جو غیب پر ایمان لائے، یعنی بن دیکھے۔ اللہ تعالیٰ کو آپ نے نہیں دیکھا، ہم نے نہیں دیکھا۔ بس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے توحید بیان فرما دی اور ہم ایمان لے

آئے۔ (۳) نماز قائم کرنے کے لئے، پڑھنے کے لئے۔ اور (۴) وہ روزی جو اللہ تعالیٰ نے عطا کی، اس کو اللہ کی راہ میں خرچ کرنا۔ یاد رکھو، یہاں روزی سے "رزقناھُم" سے غلط فہمی پیدا ہو جاتی ہے۔ وہ یہ ہے کہ گندم، چنے، دال وغیرہ اور جیب میں جو آپ کے پیسے ہیں، ان کو ہی روزی سمجھنا۔ نہیں، روزی میں دراصل آپ کے تمام وسائل آجاتے ہیں۔ اگر آپ کے پاس علم ہے، اس میں سے کسی کو پڑھانا بھی روزی میں سے خرچ کرنا ہوتا ہے۔ اگر آپ کے پاس توانائی ہے، کوئی کمزور ہے، سڑک پار کرنا چاہتا ہے، اس توانائی میں سے آپ نے حصہ دیا اور اس کو پار کرایا۔ ایک مظلوم ہے، ظالم اس پہ ظلم کر رہا ہے، آپ طاقتور ہیں، آپ نے اپنی طاقت سے اس کو چھڑایا، تو گویا آپ نے اپنی طاقت میں سے خرچ کیا، ہر شعبے میں اور ہر جہت میں آپ کو دینا پڑے گا۔ یہ آٹے، دال اور پیسوں تک محدود نہیں ہے۔ خیرات صدقے تک، زکواۃ اور مالی امور تک نہیں۔ ہاں۔ یہ ذہن میں رکھیں۔

اور پانچواں جو ہے، وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم پہ نازل ہونے والی کتاب اور آپ سے پہلے نبیوں پر جو نازل ہوئیں، ان سب پہ ایمان لانا۔

تو عزیزانِ من! یہ شرطیں ہیں۔ اگر کوئی یہ شرطیں پوری کرتا ہے تو

اس کے لئے قرآن شریف میں ہدایت ہی ہدایت ہے۔ اور اگر پوری نہیں کرتا، تو پھر اُسے گمراہی ملے گی۔ اور وہ جان بوجھ کر گمراہی میں جائے گا۔ اور جو جان بوجھ کر گمراہ ہوتا ہے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں اُسے آگ میں دھکیل دُوں گا۔

یاد رکھو، اللہ تعالیٰ کسی کو گمراہ نہیں کرتا۔ عام طور پہ غلط العام ہے کہ تقدیر میں ایسا لکھا ہوا تھا۔ عزیزانِ من! تقدیر ہے کیا چیز؟ یہ اس علم کا نام ہے جس علم کے ذریعے اللہ تعالیٰ نے قلم کو کہا کہ لوح پہ لکھو، اس تختی پہ لکھو کہ فلاں کو کیا کرنا ہے۔ اللہ تعالےٰ نے یہ نہیں کہا کہ تم یہ کرو۔ چونکہ اللہ تعالیٰ نے اپنے علم کے مطابق فرما دیا کہ: "میرا علم ہر چیز پہ محیط ہے۔ پتّا بھی ہلتا ہے، مجھے علم ہے۔ اور میری قدرت اتنی کاملہ ہے کہ ہر چیز جو مَیں چاہوں کر سکتا ہوں۔ مجھے نیند نہیں پکڑتی۔ ایک پتّا میرے حکم کے بغیر نہیں ہلتا۔ ایک پتّا بھی ہلتا ہے، مجھے علم ہو جاتا ہے۔ کیوں؟ اس لئے کہ میرا علم ہر چیز پہ محیط ہے۔

اب ارشاداتِ باری تعالیٰ سنیں، غور سے سنیں، فکر سے سنیں، محبّت سے سنیں، دل سے سنیں، اپنے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے روضۂ اطہر کی تصویر سامنے رکھ کر سنیں اور خیال کریں کہ ہمارے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں دیکھ رہے ہیں،

یا سُن رہے ہیں۔

کلام پاک میں ہے کہ شیطان اور اس کی اولاد تمہیں ہر وقت دیکھتے ہیں۔ لیکن مولوی یہ ماننے کے لئے تیار نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے یہ علم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی عطا کیا۔ یاد رکھو، طبیب مرض سے طاقتور ہوتا ہے۔ شیطان اور نفس یہ ہمارے مرض ہیں۔ یہ انسان کے مرض ہیں۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو طبیب بنایا گیا۔ اب شیطان کو تو یہ طاقت دی، اور طبیب کو کوئی طاقت نہیں۔ بس یہ سوچنے کی بات ہے، سمجھنے کی بات ہے۔ انسان تاریکیوں میں بھٹکنے کو پسند کرتا ہے۔ اپنی اپنی عقل کی بات ہے، نور کی روشنی سے بھاگتا ہے۔ یہ بد قسمت ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

"ہم نے اسے ایک بگڑی ہوئی بوند سے پیدا کیا، اور اس کی کیا حالت ہے۔ یہ کھلم کھلا بغاوت کرتا ہے۔" پھر فرمایا: "جب یہ ہڈیاں ہو چکے ہوں گے، تو انہیں کون زندہ کرنے والا ہے۔" فرمایا: "ان سے کہہ دو کہ جو میں نے تمہیں پہلے پیدا کیا، اس سے ہڈیاں وغیرہ پیدا کرنا تو میرے لئے آسان ہے۔ اور تمہارے یہ ہاتھ پاؤں تمہارے خلاف گواہی دیں گے۔"

جدید نوجوان سوال کرتا ہے کہ یہ کیسے ممکن ہے۔ آج کمپیوٹر کے اندر ساری دنیا بند ہے۔ اور آج ٹیپ ریکارڈ کے اندر چالیس

سال پرانی آواز بند ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم معراج پہ جسم کے ساتھ کیسے تشریف لے گئے۔ اب چاند گاڑی گئی۔ کتنے ٹن اس کا وزن تھا۔ چاند تک چلی گئی۔ اپنی تمام باتیں درست ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اتنی دُور کیسے دیکھتے ہیں؟ آپ یہاں بیٹھے ہوئے ہیں اور کرکٹ کا میچ امریکہ میں ہو رہا ہے۔ تو اپنی بنائی ایجاد کو دیکھ سکتا ہے، اور اللہ کی دی ہوئی طاقت کو ماننے کے لئے تیار نہیں۔ اتنا کچھ اس کے ساتھ ہو رہا ہے۔ اب اللہ تبارک و تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں جو ارشاد فرمائے ہیں، وہ مَیں پڑھ کے سنا دیتا ہوں۔

پہلا : بے شک ہم نے آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کو حق کے ساتھ بھیجا خوشخبری اور ڈر سنانے والا۔ اور آپ سے دوزخ والوں کا سوال نہ ہو گا۔

دوسرا : اور اس طرح ہم نے آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کو سب اُمتوں میں افضل کیا کہ تم لوگوں پر گواہ ہو۔ اور یہ رسول تمہارے نگہبان اور گواہ ہیں۔

تیسرا : اے محبوب، تم فرما دو کہ اگر تم اللہ کو دوست رکھتے ہو تو میرے فرمانبردار ہو جاؤ۔ اللہ تم کو دوست رکھے گا اور تمہارے گناہ بخش دے گا۔ اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

چوتھا: بے شک اللہ کا بڑا احسان ہوا (غور کرنا احسان کے لفظ پر) اللہ کا بڑا احسان ہوا۔ (چھوٹا نہیں بڑا احسان ہوا) مسلمانوں پر کہ ان میں انہی میں سے ایک رسول بھیجا، جو اُن پر اُس کی آیتیں پڑھتا ہے۔ ان کو پاک فرماتا ہے۔ (کس چیز سے) نورِ نبوّت سے۔ اور ان کو کتاب و حکمت سکھاتا ہے، اور وہ ضرور اس سے پہلے گمراہی میں تھے۔ پھر فرماتے ہیں کہ اگر وہ اپنی جانوں پہ ظلم کریں، تو اے محبوب، تمہارے حضور حاضر ہوں۔ (کیا کریں؟ تمہارے حضور حاضر ہوں)، پھر اللہ تعالیٰ سے معافی چاہیں۔ جب آپ کے پاس پہنچ جائیں، تو کیا کریں؟ اللہ سے معافی مانگیں۔ اور رسول ان کی شفاعت کریں۔ یہ سب کچھ کرنے کے بعد جو نہایت اہم شرط ہے کہ آپ شفاعت کریں۔ یعنی رسول ان کی سفارش کریں، شفاعت کریں، تو ضرور اللہ تعالیٰ کو بہت توبہ قبول کرنے والا مہربان پائیں گے۔"

لیکن وہابیوں اور دیو بندیوں کے سردار، مولوی اسماعیل لکھتا ہے: "جن کا نام محمدؐ اور علی ہیں (نعوذ باللہ من ذالک) ان کے اختیار میں کچھ نہیں"۔ ان کے بیان کرنے کا طریقہ دیکھیں۔ پھر لکھتا ہے کہ: "اللہ کے سامنے بڑے سے بڑے آدمی کا چوڑے اور چمار سے زیادہ وقعت نہیں"۔ یہ ہیں دلوں کے کفر، بغض،

دشمنیاں اور عناد حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے۔ اور دوسری طرف یہ نعتیں بھی لکھتے ہیں۔ پیری مُریدی بھی کرتے ہیں۔ سب کام ساتھ ساتھ جاری ہیں۔ اس لئے میں کہتا ہوں کہ پیروں کو بھی دیکھ کے پیر پکڑو۔

عزیزانِ من! عقیدہ اصلی چیز ہے۔ جب تک جڑ ٹھیک نہیں درخت میں پھل نہیں نکلے گا۔ اور پھر پھل نکل بھی آیا، تو وہ کھٹا ہو گا۔

پھر فرمایا: "اے محبوب، تمہارے رب کی قسم، وہ مسلمان نہ ہوں گے، جب تک وہ اپنے آپس کے جھگڑوں میں تمہیں حکم نہ بنائیں۔ (حکم ایک شرعی اصطلاح ہے، جس سے مراد جج ہے، جس کے اختیار میں فیصلہ دینا ہوتا ہے) پھر جو کچھ تم حکم فرماؤ، وہ اپنے دلوں میں اس کے لئے رکاوٹ نہ پائیں اور دل سے تسلیم کریں"۔ بوجھ رکھ کے نہیں، خوشی خوشی سے۔ جس نے رسول کا حکم مانا، اس نے اللہ کا حکم مانا۔ کیوں صاحب؟ یہ شرک نہیں ہوا۔ اپنے ساتھ ملایا ہوا ہے۔ جس نے رسول کا حکم مانا اس نے میرا حکم مانا۔ حالانکہ قرآن شریف میں ایک جگہ ہے۔ "اِن الحکم الّا لِلّٰہ" یعنی حکم تو صرف اللہ ہی کا ہے، اور جس نے مُنہ پھیرا، ہم نے تمہیں ان کو بچانے کے لئے نہیں بھیجا"۔

ربّ العالمین نے اپنی صفت تو یوں بیان فرمائی کہ "وھو عالی الاعظم" لیکن آپ دیکھیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں کیا فرمایا۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے۔ "وَاِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ" یعنی آپ کا اخلاق عظیم ہے۔

پھر فرمایا: "جو رسول کے خلاف کرے بعد اس کے کہ حق کا راستہ اس پہ کھل چکا اور مسلمانوں کی راہ سے جُدا چلے، ہم اس کو اس کے حال پہ چھوڑیں گے۔ اُسے دوزخ میں داخل کریں گے۔ اور یہ کیا بری لوٹنے کی جگہ ہے"۔ پھر فرمایا: "اے لوگو! بے شک تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے ایک دلیل آئی، اور ہم نے تمہارے پاس روشن نور اتارا"۔

پھر فرمایا: "حکم مانو اللہ کا اور حکم مانو رسول کا، اور ہوشیار رہو۔ پھر اگر تم پھر جاؤ گے، تو جان لو کہ ہمارے رسول پر واضح طور پر حکم پہنچا دیا گیا، یعنی ان سے پرسش نہیں ہوگی"۔ پھر فرمایا۔ "اے ایمان والو! اللہ اور اس کے رسول کے بلانے پر حاضر ہو، جب رسول تم کو اس چیز کے لئے بلاویں جو تم کو زندگی بخشے"۔

پھر فرمایا: "اے محبوب! ان کی جانوں سے صدقہ وصول فرماؤ، ان کے مالوں سے صدقہ وصول فرماؤ، جس سے تم اُن کو ستھرا اور پاکیزہ کر دو۔ اور ان کے حق میں دُعائے خیر کرو۔ بیشک

تمہاری دُعا ان کے دلوں کا چین ہے۔ اور اللہ تعالیٰ سُننے والا اور جاننے والا ہے۔" فرمایا۔ تمہاری دُعا ان کے دلوں کا چین ہے۔ اللہ تعالیٰ کلام پاک میں فرماتا ہے: "عَلیٰ بِذِکرِ اللّٰہِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوبُ ﴿" یعنی آگاہ رہو، دلوں کا چین اللہ کی یاد ہے۔" اب ملاؤ ناکہ کتنے شرک ہوں گے۔ اللہ نے کبھی مجھے توفیق دی تو اس موضوع پر عرض کروں گا۔ کیونکہ بہت بڑا موضوع ہے۔ اور بات قرآن کریم کے حوالے سے کروں گا۔ کیونکہ حدیث شریف کو تو یہ لوگ مانتے نہیں۔

تو فرمایا: "اے محبوب! ان کی جانوں سے صدقہ وصول کرو، ان کے مالوں سے صدقہ وصول کرو، جس سے تم ان کو سُتھرا اور پاکیزہ کردو اور ان کے حق میں دُعائے خیر کرو۔ بے شک تمہاری دُعا ان کے دلوں کی چین ہے، اور اللہ تبارک وتعالیٰ سننے والا اور جاننے والا ہے۔"

پھر فرمایا: "بے شک، تمہارے پاس تشریف لائے (لفظ نوٹ کرنا "تشریف لائے") تم میں سے وہ رسول جن پہ تمہارا شک گراں ہے، اور تمہاری بھلائی کا بہت چاہنے والے۔ مسلمانوں پر بہت کرم کرنے والے مہربان۔" یہ جو "تشریف لائے" فرمایا گیا، یہ میلاد کرنے کا اشارہ ہے۔ کیونکہ آگے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ

میری نعمت کا چرچا کرو"۔

پھر فرمایا: "وَرَفَعۡنَا لَكَ ذِكۡرَكَ"۔ "اور ہم نے تمہارا ذکر تمہارے لئے بلند کیا (اپنے لئے نہیں)۔ تو ہم پہ کیا فرض آتا ہے۔ کہتے ہیں کہ جی چھ سو سال پہلے یہ نہیں تھا۔ اس کے بعد یہ شروع ہوا۔ اگرچہ چھ سو سال تک کسی نے غلطی کی، یا کسی نے نادانی کی، یا کسی میں اتنی محبّت نہ تھی، یا کسی کا ایمان کامل نہیں تھا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا عشق ان میں نہیں جاگا، تو اس میں ہمارا کیا قصور ہے۔ اس ایک غلطی کی وجہ سے یا کوتاہی کی وجہ سے یا ان کی اس عادت کی وجہ سے، کیا ہم یہ عادتِ حسنہ چھوڑ دیں۔ یہ کیسے ممکن ہے۔ ہماری محبّت کے بھی کچھ تقاضے ہیں۔ ہم اپنی حد میں رہ کر، قرآن و حدیث کی حد میں رہ کر کریں گے۔ کیوں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے محبّت دین کے خلاف نہیں ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی محبّت ہی سب کچھ ہے۔ یہ عین ایمان ہے۔

تم اپنے مولویوں اور استادوں کو تو خدا سے بڑھ کر عزّت دو، اور جب رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کی بات آئے تو دلیلیں دو۔ آپ ان مولویوں کو دیکھیں۔ جب ناموس کا وقت آتا ہے، تو یہ اپنے استاد کی ناموس کا خیال کریں گے۔ آپ ان کی کتابیں پڑھ لیں، یا ان کے وعظ سن لیں۔ اپنے استادوں کے بارے میں تو اس طرح بیان

کریں گے کہ گویا اللہ اور رسول کے نعوذ باللہ مِن ذالک نائب ہوں۔

ایک شخص نے یہ لطیفہ سنایا کہ یہ جو بھانڈ ہوتے ہیں (نعوذ باللہ مِن ذالک) ان میں سے ایک خدا بنا، ایک رسول بنا، ایک حضرت سیّدہ خاتونِ جنّت فاطمہ الزہرا، ایک حضرت امام حسنؓ اور ایک مولائے کائنات بنا۔ ایک بھانڈ پہلے کو کہتا ہے کہ آپ کی تعریف، اس نے کہا میں خدا ہوں۔ اس نے کہا مَیں تو تمہیں نہیں جانتا۔ اس نے کہا کہ میرا تو ذکر ہی نہیں ہوتا، نہ میرے محبوب کا ذکر ہوتا ہے، تو پیچھے جو تھا، اس نے کہا کہ مَیں مصطفٰے ہوں (نعوذ باللہ مِن ذالک) پھر مولائے کائنات نے کہا کہ کبھی کبھی ہمارا ذکر ہو جاتا ہے۔ اسی طرح سیّدۃ النّساء نے، پھر حضرت امام حسنؓ نے کہا کہ میرا تو ذکر نہیں ہوتا۔ انہوں نے کہا یہ ایسا کیوں ہے۔ انہوں نے کہا کہ سارا معاملہ تو حضرت امام حسین (رضی اللہ عنہ) پہ آ کے ختم ہو جاتا ہے۔ ہماری تو باری ہی نہیں آتی۔ بہر حال اس نے یہ ایک ضلع میں سنا۔ وہاں افسران بھی موجود تھے۔ وہ خاص محفل ہوتی ہے جب بھانڈوں کو موقع دیا جاتا ہے۔ یہ لطیفہ میں نے ویسے ہی سنایا۔

تو اس میں یہ "تشریف لانا" جو کہا گیا ہے، یہ میلاد پاک کی طرف اشارہ ہے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ کہتا ہے کہ گونگے اور اندھے ہو کر

مسلمان میری آیتوں میں نہیں جاتے۔ (وہ) تدبّر کرتے ہیں، تفکّر کرتے ہیں۔ نادر نکتے نکالتے ہیں۔ اگر یہ بات نہ ہوتی تو شریعت میں لفظ اجتہاد نہ ہوتا۔ یہ ایک فقہی اصطلاح ہے۔ جو مسئلہ قرآن شریف میں نہ ملے، حدیث شریف میں نہ ملے، کسی میں نہ ملے تو آئمہ اور علماء کرام بیٹھ کر مسئلہ کا حل نکالتے ہیں۔ اس طرح دیانتداری سے، امانتداری سے، اللہ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ادب ملحوظ رکھتے ہوئے اور دین کی حد، وُسعت کا خیال کرتے ہوئے وہ جو مسئلہ نکالا جاتا ہے، اس کو اجتہاد کہتے ہیں، اور اس اجتہادی مسئلہ میں کوئی غلطی بھی ہو جائے، تو اس کی پکڑ نہیں ہوتی، کیوں کہ انسان خاطی ہے۔ خطا اور غلطی کا پتلا ہے۔ اتنی کوشش کے پیشِ نظر اسکی دیانتداری میں شبہ نہیں۔

تو بہت لطیف اشارہ ہے یہ "تشریف لائے" والی بات۔ مطلب یہ ہے کہ یہاں ولادت کا ذکر ہے۔ تشریف لانا، یعنی آپ کی ولادت ہوئی۔ اس دنیا میں مبعوث ہوئے، جلوہ گر ہوئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی میلاد کروانا یہ سنّتِ الٰہیہ بھی ہے، سنّتِ انبیاء بھی۔

جب اپنی باری آتی ہے تو پھر ان مولویوں کو، ان پیروں کو دیکھیں۔ کیا کچھ نہیں ہوتا۔ عزیزانِ من! پہلے یہ سُن لو جو میں کہنے

لگا ہوں۔ میں نے اپنے سر کے بال دھوپ میں سفید نہیں کئے ہیں۔ میں اپنی جوانی میں ایک پریکٹیکل شخص تھا۔ میں نے ہر جماعت میں حصّہ لیا۔ جب تم اندر جاؤ گے، تو تمہارے اندر اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذرا بھی محبت ہو گی، تم فوراً ان کو پہچان جاؤ گے۔

عزیز من! جب دل کے اندر دین کا نشہ ہو تو لباس بے شک فرنگی ہو لیکن انسان مست الست رہتا ہے

جتنے بھی اکابرین ہیں، میں ان سے ایک دفعہ کوشش کر کے مل ضرور لیتا ہوں۔ یاد رکھو، کتابیں پڑھنے سے کتابیں لکھنے والے کا علم نہیں ہوتا۔ اسی لئے قرآن پاک اور حدیث شریف وغیرہ یہ سب علم حاصل کرنے کے بعد فقیر طریقت کی طرف آتا ہے۔ یہ جو کہا جاتا ہے کہ ان کو شریعت کا کچھ پتہ نہیں، غلط ہے۔ کہنے والوں کو یہ معلوم نہیں کہ وہ پہلے شریعت کا علم حاصل کرتے ہیں۔

مثلاً وہ درسِ قرآن اور درس حدیث بھی دیتے رہے ہیں، اور پھر جب دل کی دنیا بدلی، تو مولوی شریف علی سے بُو علی قلندر بنے۔

یاد رکھو، عالِم علم کی قید میں رہتا ہے، اور فقیر علم کو اپنی قید میں لاتا ہے۔ اس لئے فقیر مؤدب رہتا ہے اور عالم کسی وقت بھی بے ادب ہو سکتا ہے۔

آخر کیابات ہے کہ اسلام جمہوریت کو نہیں مانتا؟ اس لئے کہ اس میں حاکمیت (ساورنٹی) آدمی کی گنی جاتی ہے۔ اور اسلام میں حاکمیت (ساورنٹی Sovereignty) اللہ جلّ شانہ، کی ہے۔

Allah is The Supreme, not the man.
While in democracy, man is the sovereign.

اللہ حاکم اعلیٰ ہے، انسان نہیں۔ اور جمہوریت میں انسان حاکم ہے۔ یہاں قانون انسان کے تابع ہے اور وہاں انسان قانون کے تابع ہے۔ بڑا واضح فرق ہے۔

تو عزیزان من! یہ بات بیچ میں آگئی۔ اگر آپ کلام پاک دیکھیں تو تمام کلام پاک حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نعت سے بھرا ہوا ہے۔ اسی لئے اللہ جل شانہ، نے جو ارشادات فرمائے ہیں، وہ میں بیان کر رہا تھا۔ تاکہ آپ دیکھیں کہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت اور شان کتنی بلند ہے۔ کلام پاک سے زیادہ کوئی مستند چیز نہیں ہے۔ یہ اللہ کا کلام ہے اور اللہ سے بڑھ کر کوئی ہستی نہیں۔ اللہ جل شانہ، فرماتے ہیں "اے محبوب تمہاری جان کی قسم بے شک یہ لوگ اپنے نشہ میں بہک رہے ہیں"۔ پھر فرماتے ہیں: "جن خطابات سے ایک دوسرے کو، معمولی طریقہ سے پکارتے ہو، حضور کو نہ پکارو، ورنہ تمہارے اعمال غارت ہو جائیں گے اور

تم کو خبر بھی نہ ہو گی۔" یاد رکھو، اعمال کا ضائع ہونا کفر ہے۔

پھر فرمایا: "یَاأَیُّهَا النَّبِیُّ۔ یہ خطاب اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کو کس کس طریقہ سے کیا۔ ملاحظہ ہو: یَاأَیُّهَا النَّبِیُّ۔ یَاأَیُّهَا الرَّسُوْلُ۔ یَاأَیُّهَا الْمُزَّمِّلُ یَاأَیُّهَا الْمُدَّثِّرُ۔ تمام کلام پاک تلاوت کر لیجئے۔ معنی پڑھ لیجئے۔ کسی جگہ بھی بشر یا آدمی وغیرہ کہہ کر نہیں پکارا۔ اگر پکارا تو بس ان خطابوں سے پکارا۔

پھر فرمایا: "اور ہم نے تم کو نہ بھیجا مگر سارے جہانوں کے لئے رحمت بنا کر۔" پھر تو شرم آنی چاہیئے ان لوگوں کو جو یہ کہتے ہیں کہ ہم میں اور ان میں کیا فرق ہے۔ ہم بھی بشر ہیں (نعوذ باللہ) وہ بھی بشر ہیں۔ ارے تم تو ایک کو نجات نہیں دلا سکتے۔ تم تو مخلوق کے لئے زحمت بنے ہوئے ہو۔ اور وہ پورے عالم کے لئے ہیں۔ ہندو، سکھ، چاہے کوئی بھی ہو، تمام عالمین کے لئے ان کو رحمت بنا کر اللہ تعالیٰ نے بھیجا۔

پھر فرمایا کہ رسول کے پکارنے کو آپس میں ایسا نہ ٹھہرا لو جیسا کہ تم ایک دوسرے کو پکارتے ہو۔ پھر فرمایا: نبی، مسلمانوں کے، ان کی جانوں سے زیادہ مالک ہیں۔ اور ان کی بیویاں، یعنی نبی کی بیویاں مسلمانوں کی مائیں ہیں۔ اور یہ چیز منسوخ نہیں ہوئی۔ کلام پاک

میں موجود ہے۔ شیعہ بھی وہی کلام پاک پڑھتے ہیں۔ پھر بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بعض ازواج کو گالیاں تک نکالتے ہیں (نَعُوذُ بِاللّٰہِ مِن ذَالِکَ)

جو چیز صاف ہے، جو چیز کلام پاک سے ثابت ہے یا حدیث شریف سے ثابت ہے، اس کے بعد مولوی، مجتہد یا مُلّا کا کیا دخل ہے۔ کچھ اپنی عقل سے بھی کام لینا چاہیئے۔ اس میں بھی تھوڑا سا نور ہونا چاہیئے۔

پھر فرمایا: "اے نبی کی بیویو! تم دوسری عورتوں کی طرح نہیں ہو"۔ اور پھر فرمایا: "نہ کسی مرد، نہ کسی مسلمان عورت کا حق ہے جب اللہ اور رسول کچھ حکم فرمائیں۔

His word is final, His judgement is final

(ان کا کہا حرفِ آخر ہے۔ ان کا فیصلہ آخری ہے)۔ کوئی شخص ان سے سوال نہیں کر سکتا۔ یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا فیصلہ ہے۔ اور ان کا فیصلہ اللہ کا فیصلہ ہے۔ اگر ایسا نہ ہوتا تو اللہ تعالیٰ ہرگز نہ فرماتا: "اطاعت کرو اللہ کی، اطاعت کرو رسول کی"۔ اور یہ دونوں چیزیں ساتھ ساتھ نہ رہتیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: "فَاعتَبِرُوا یَا اُولِی الاَبصَار"

اے دیکھنے والو، عبرت پکڑو۔ دنیا کو دیکھو، بدعقیدہ لوگوں کو دیکھو تو

عبرت پکڑو۔ اگر تم اپنی اصلاح نہ کرو، اگر تم اپنے ایمان کی حفاظت نہ کرو، ان سے بچنے کی کوشش نہ کرو۔ بس الٹا اپنا ایمان دیدو۔ تم دنیا کے چار پیسوں کی اپنی تجارت کے اندر چالیس سو مرتبہ ضرب تقسیم کرتے ہو کہ کہیں چار آنے کا نقصان نہ ہو جائے، چاہے اس میں چھ دن لگ جائیں۔ دین تو اتنا آسان ہے۔ مگر تمہارے نزدیک یہ آخرت، عاقبت، اور قبر، یہ کوئی چیزیں نہیں۔ یہ موت، کیا اس سے سابقہ نہیں پڑے گا۔ جس چیز کو فنا ہونا ہے، اس کی آبادی اور آسائش کے لئے تو اتنی کوشش، اور جو بقا ہے، جسے ہمیشہ رہنا ہے، اس کی طرف سے مُنہ پھیر دیا۔ اور پھر وقتاً فوقتاً کھڑے ہو کر نماز پڑھ کے اللہ پہ احسان جتایا۔

پھر فرمایا: ''بیشک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی بہتر ہے۔'' یہ کلام پاک میں اسوۂ حسنہ کے الفاظ ہیں۔ ماڈل آف لائف۔ کہا یہ نمونہ ہے۔ اور وہ نمونہ کیسا مقدس نمونہ تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے زندگی کی ہر جہت میں کام کر کے دکھایا۔ تلوار بھی اٹھائی۔ مزدوری بھی کی۔ مصیبتیں بھی اٹھائیں، تکلیفیں بھی اٹھائیں۔ میں مولویوں سے پوچھتا ہوں، تم تو سنّت سنّت کرتے ہو۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دولت خانے میں ۲ دو ۲ دو مہینے آگ نہیں جلی۔ دودھ اور کھجور پہ گزارہ کر لیا، یا صرف پانی سے کھجور کھا لیا۔ مجھے ایک مولوی بتا دیجئے احتیاطاً،

ایک پیر بتادیجئے، جو ایسا کرتا ہو۔

فرمایا: "بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی بہتر ہے اس کے لئے جو اللہ اور پچھلے دن کی اُمید رکھتا اور اللہ کو بہت یاد کرے، بے شک اللہ راضی ہوا ایمان والوں سے جب وہ اس درخت کے نیچے تمہاری بیعت کرتے تھے"۔

بیعت سنّت نبوی ہے، اور یہ وہیں سے چلی آرہی ہے۔ یہ خلفائے راشدین نے بھی لی ہے اور اس کے بعد بھی۔ تو اللہ نے جانا جو ان کے دلوں میں ہے، تو اِن پر ایمان اتارا، سکینہ اتارا۔ اور جلد آنے والی فتح کا انعام دیا۔

پھر فرمایا: "اے ایمان والو! اللہ اور اس کے رسول سے آگے نہ بڑھو اور اللہ سے ڈرو، بے شک اللہ سنتا اور جانتا ہے۔ اے ایمان والو اپنی آوازیں اونچی نہ کرو اس غیب بتانے والے نبی سے"۔ نبی اس کو کہتے ہیں جو غیب کی خبریں دے، اور ان کے حضور چلّا کر نہ کہو جیسے آپس میں ایک دوسرے کے سامنے چلّاتے ہو کہ کہیں (غور سے سننا) تمہارے اعمال اکارت نہ ہو جائیں، ضائع نہ ہو جائیں، اور تمہیں خبر نہ ہو"۔

پھر فرمایا سورہ نجم کے اندر۔ یہ وہ سورہ شریف ہے جو تقریباً ساری سورہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نعت ہے۔ اس کی ہر آیت

تقریباً۔ فرماتے ہیں: "وہ کوئی بات ہی اپنی خواہش سے نہیں کرتے"۔

اس سورہ میں آگے فرمایا: "پھر وہ جذبہ نزدیک ہوا اور پھر خوب اتر آیا۔ اس جذبے میں اور محبوب میں دو ہاتھ کا فاصلہ تھا، بلکہ اس سے بھی کم"۔ اب وحی فرمائی اپنے بندے کو۔ جو وحی فرمائی یہ ایک راز ہے، اور یہ راز ہی رہے گا۔ دوست نے دوست کو کیا کہا۔ محب نے محبوب کو کیا کہا۔ عاشق نے معشوق کو کیا کہا۔ یہ کون جانے۔ یہ ایک رمز ہے۔

پھر فرمایا: "آنکھ کسی طرف نہ پھری، نہ حد سے بڑھی"۔ اس کو اگر سمجھنا ہو تو یوں سمجھو کہ ذرا بھونچال یا غیر معمولی سی کوئی چیز ہو تو آپ کو ایک دفعہ لرزہ آجائے گا۔ تو پھر غور کرو کہ جلوۂ ذاتِ باری موجود ہو، اور اس وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق یہ آنکھ تک نہ پھری، کوئی جنبش نہ ہوئی اور نہ حد سے بڑھی والی بات ہوئی، تو یہ کمال ہے کہ نہیں۔ اور اس کمال کی تعریف کس کو جاتی ہے۔ اللہ جل شانہ، کو۔ جس نے اتنا عظیم شہکار نور بنایا۔ اور وہ نور جو سب سے پہلے تخلیق کیا گیا۔ تو گویا اس وقت نور نے نور کو دیکھا۔

عزیزانِ من! جی چاہتا ہے کہ کچھ اور کہوں، لیکن حدیث شریف میں ہے: "ہر شخص کی عقل کے مطابق بات کرو، اس لئے اس پہ میں زیادہ تفسیر نہیں کرتا۔

توکلام پاک سے یہ کچھ ترجمے میں نے بیان کئے ہیں، تاکہ آپ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت اور شان سے آگاہی پائیں۔جب انسان آگاہی پا جاتا ہے، تو پھر اس میں مادہ جستجو پیدا ہوتا ہے۔ معلوم کرنے کا مادہ پیدا ہوتا ہے۔جب معلوم کرنے کی سچی کوشش ہوتی ہے، تو مقصود پا جاتا ہے جب مقصود پا جاتا ہے، تو وہ دنیا سے بے نیاز ہو جاتا ہے۔ اور اس کے ہر کام میں صدق اور سچائی ہوتی ہے۔اس میں کوئی دھوکہ نہیں ہوتا۔ یہ نہیں کہ آج کچھ کہتا ہے، کل کچھ کہتا ہے۔

یاد رکھو، جسم پہ اگر سانپ ڈس جائے تو اس کے زہر کا علاج ہے' وہ Anti-Venom Serum ہے۔ یہ سیرم سانپ سے ہی نکالتے ہیں۔اسی کا ٹیکہ لگاتے ہیں۔ اور زہر ٹھیک ہو جاتا ہے۔ مگر روح کے اندر اگر زہر سرایت کر جائے، تو پھر اس کا کوئی علاج نہیں ہے۔اس لئے عقیدہ کی حفاظت کرو۔

منافق کے متعلق حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کوئی نماز بھی پڑھتا ہو، روزے بھی رکھتا ہو، اور اگر یہ باتیں بھی اس میں ہوں تو وہ منافق ہے ۔ پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشادِ گرامی ہے کہ ایک وقت آئے گا کہ لوگ بڑی اچھی اچھی کلام پاک پڑھیں گے ، بڑی خوش الحانی سے۔یہ سب کچھ ہوگا، مگر کلام پاک ان کے حلق سے

نیچے نہیں اُترے گا۔

تو عزیزانِ من! اپنے دین کی حفاظت کرنا آپ پر فرض ہے۔ اور یہ اسی وقت ہو سکتا ہے جب دین کا علم حاصل کرو یا کسی کی صحبت میں بیٹھو تو پہلے یہ معلوم کر لو کہ میں کسی نیک برحق انسان کی صحبت میں آیا ہوں یا کسی ڈاکو کے پاس۔ تاکہ تمہارے دین پہ ڈاکہ نہ پڑ جائے۔

میں نے سیدھی باتیں بتائی ہیں میرا مقصود یہ نہیں کہ کسی شیعہ کو سنّی بناؤں۔ یا کسی قادیانی یا کسی اور کو۔ میری بلا سے۔ میں نے تبلیغ کرنے والوں سے کہا کہ "کیا ہم پہ ہی چڑھائی کرتے ہو۔ ہم تو لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ (صلی اللہ علیہ وسلم) سچے دل سے پڑھتے ہیں۔ اور جب پڑھتے ہیں تو رونگٹے بھی کھڑے ہو جاتے ہیں۔ ہم تو ایمان کے کھونٹے پہ بندھے ہوئے ہیں، بھاگتے نہیں۔ وہ جو بھاگے ہیں ان کو تو لاؤ۔ کہا جاتا ہے کہ یورپ میں ہزاروں مسلمان ہو رہے ہیں، لیکن کسی نے یہ بھی دیکھا ہے کہ پاکستان میں مسلمان کس ریٹ سے عیسائی ہو رہے ہیں۔ اگر یہی رفتار رہی تو ایک دن تم اقلیت میں ہو جاؤ گے، کیونکہ یہ ڈیموکریسی ہے" یہ جمہوریت ہے۔ تمہارے قانون میں کہیں نہیں لکھا تھا کہ عورت سربراہ نہیں ہو سکتی۔ جب اس موضوع پر جھگڑا شروع ہوا تو انہوں نے کہا کہ قانون میں یعنی آئین

ہیں دکھا دو کہ منع ہے۔ لیکن وہ نہیں دکھا سکے۔

ایران میں شیعوں نے اپنے آئین میں واضح طور پہ یہ رکھا ہوا ہے کہ کوئی سنّی یا غیر شیعہ سربراہ مملکت نہیں بن سکتا۔ تہران میں پانچ لاکھ سنّی مسلمان ہیں، ان کی ایک بھی مسجد بھی نہیں ہے، جانتے ہو؟ لیکن تمہیں ضرورت بھی کیا ہے۔ تم ریسرچ اسکالر نہیں ہو۔ ایران نہیں گئے ہو۔ جاؤ۔ جا کے سفر کر کے دیکھو۔ وہاں گردوارے بھی ہیں، مندر بھی ہیں، گرجے بھی ہیں، مجوسیوں کے آتش خانے بھی ہیں۔ سب کچھ ہے۔ اگر نہیں ہے تو وہ اہل سنّت والجماعت کی مسجد ہے۔ چنانچہ سنّی جو عید کی نماز اکھٹے ایک پارک میں پڑھتے تھے، خمینی صاحب جب آئے، تو اس پارک پہ پہرہ بٹھا دیا۔ پھر وہ پاکستان ایمبسی میں میں جا کے نماز پڑھنے لگے۔ وہاں کتنی سی جگہ ہو سکتی ہے، پانچ لاکھ کی تو نہیں ہو سکتی۔

میں یہ آپ کو صرف مثالاً بتا رہا ہوں۔ مولوی جو ہیں، ان کی باتیں آپ کو کیا معلوم۔ جب اپنی بات آتی ہے، تو ہر چیز جائز۔ اب میں جو بات کہنے جا رہا ہوں، اس سے تمہارا دل دہل جائے گا۔ سنو۔

طائف سعودی عرب میں ہے۔ یہ ایک پہاڑی علاقہ ہے۔

صحت افزاء مقام ہے۔ یہاں پر چند سال ہوئے اسلامی کانفرنس منعقد ہوئی۔ آپ کو پتہ ہے کہ اس کے لئے کتنے کھانے پکے۔ یہ اخبار میں بھی آیا۔ ہزار قسم کے کھانے پکے۔ یعنی اس کانفرنس کی اتنی خوشی منائی گئی۔ مگر میرے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے یوم ولادت کی خوشی پر ان کے پیٹ میں درد پڑ جاتا ہے۔ رسالہ میں نوٹ بھی آ گیا۔ کہیں تو مولوی صاحب ترجمہ بھی کرتے قرآن شریف کا۔ مگر ذرا سا آپ اٹھا کر دیکھیں تو صحیح۔ لیکن دل میں تو خبث ہے۔ وہ وہابیت تو نہیں جا سکتی۔ یہی وہابی قوم تھی، جن کے لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ان سے فتنہ ہو گا۔ یہی ہیں جو گنبد خضرا پہ چڑھے اسے شہید کرنے کے لئے۔ یہی ہیں جنہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ اقدس کی ہر چیز کو لوٹا۔

تو عزیزانِ من! میں آگے چل کے یہ ذکر کروں گا۔ اس وقت میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات کے بارے میں کچھ عرض کرنا چاہتا ہوں۔ کلام پاک سنا آپ نے۔ حدیث شریف بھی سنی۔ اب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات کے بارے میں کچھ بیان کرنا چاہتا ہوں کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے آپ کو کیا قوت عطا کی ہے۔ جب کسی شخصیت سے آگاہ ہو جاؤ گے، تو ان

سے لگن بھی ہو جائے گی۔ جب لگن بڑھے گی تو ایک محبت سی ہو جائے گی، جب محبت میں شدت پیدا ہو گی تو اسی کو عشق کہتے ہیں۔ اور عشق کے بارے میں ایک شاعر نے جو کہا ہے، اس سے بہتر بیان نہیں ہو سکتا۔ وہ کہتا ہے ؎

عشق کہتے ہیں شاید اسی کو
خود بخود ایک شخص دل میں سما بیٹھا

جب یہ کیفیت ہوتی ہے تو کسی کی طرف آنکھ اٹھانے کو جی نہیں چاہتا۔ جی چاہے وہ ہر وقت اپنے محبوب کی صورت اپنے سامنے رکھے ہوئے ہوتا ہے۔ یہ مراقبے، اور یہ شغل جو ہیں یہ باطن کی راہیں ہیں۔ اور مراقبہ میں ایک کمالیت پیدا ہوتی ہے۔ یعنی استغراق۔ اور وہ اس قدر ہوتی ہے کہ آنکھ بند ہوتی ہے۔ اور سوائے دوست کے کوئی چیز سامنے نہیں ہوتی۔

پھر وہ کہتا ہے ؎

صد کتاب و صد ورق در نار کن
روئے دل را سوئے دلدار کن

یعنی سو کتابیں یا جتنی بھی ہیں، ان کو آگ میں ڈال مگر اپنے دل کا چہرہ اپنے دلدار کی طرف کر۔

پھر مراقبہ سے سر اٹھانا اس کے بس کی بات نہیں رہتی۔ جب

وہ مقام فنا ہیت کی طرف جانے لگتا ہے۔ گھنٹوں آنکھ بند رہتی ہے۔ اسی پہ تو کہا گیا ہے کہ دیکھ کر یہ معلوم نہیں ہوتا کہ یہ زندہ ہے یا مُردہ۔ اس کے اندر سانس چل رہا ہے کہ نہیں۔ اسی کے لئے کہا ہے

بند تھیں آنکھیں کسی کی یاد میں
موت آئی وہ بھی دھوکہ کھا گئی

تو عزیزانِ من! وہ تو کمالات ہیں، وہاں تک مت جاؤ، مگر لگن تو پیدا کرو، لگاؤ تو پیدا کرو، ادب تو پیدا کرو، دل میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ایک جھکاؤ تو پیدا کرو، تاکہ جب دُرود شریف پڑھو تو اس میں کچھ چاشنی تو ہو۔ تمہیں اس سے ایک لذت آئے، ایک حضوری آئے، ایک کیف و سُرور آئے، ایک نور پیدا ہو۔ پھر تمہیں پتہ چلے گا کہ تم نے عمر گنوائی ہے یا نہیں گنوائی ہے۔ اگر گنوائی ہے تو پھر اس کا ماتم کیسے کرو گے۔ گیا ہوا وقت کیسے لاؤ گے۔ جب یہ صورت پیدا ہو گی تو سمجھ لیں کہ آپ کا ایمان جو ہے، وہ کامل ہے۔

یاد رکھو، دو چیزیں ہیں۔ ایک معجزہ ایک کرامت۔ معجزہ اللہ تعالیٰ اپنے نبیوں کو عطا کرتا ہے اور کرامت اپنے ولیوں کو عطا کرتا ہے۔ نبی جس وقت چاہیں، جو معجزہ انہیں عطا کیا ہوا

ہے، وہ دکھا سکتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اُنہیں یہ طاقت عطا کی ہوئی ہوتی ہے بھلا یہ کیوں؟ یہ اس لئے کہ نبی دعویٰ کرتا ہے کہ "اے لوگو! میں اللہ کا نبی ہوں، پیغام لے کر آیا ہوں"۔ تو لوگ کہتے ہیں۔ ثبوت! یعنی وہ ثبوت مانگتے ہیں۔ وہ کہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے فلاں معجزہ عطا کیا ہے۔ وہ کہتے ہیں "دکھاؤ"۔ اور وہ دکھا دیتے ہیں۔ اس کے مقابلے میں ولی دعویٰ نہیں کرتا۔ نبی دعویٰ کرتا ہے، اور جب لوگ ثبوت طلب کرتے ہیں، تو نبی برملا کہتا ہے، کہو، کیا دیکھنا چاہتے ہو؟ دیکھو یہ میرا معجزہ ہے جو اللہ تعالیٰ نے مجھے عطا کیا ہے۔ میں دکھا سکتا ہوں یہ معجزہ۔ جب وہ کہتے ہیں تو نبی معجزہ دکھا دیتے ہیں۔ لیکن آپ دیکھتے ہیں کہ لوگ ایمان لانے کی بجائے حجتیں اور دلیلیں نکالتے ہیں۔

اصولاً تو معجزہ دیکھنے کے بعد ایمان لانا چاہیئے۔ اپنے ربّ کے سامنے سر کو جھکانا چاہیئے اور انہیں اپنا بھولا ہوا سبق یاد آنا چاہیئے۔ مگر نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ "ہم نے اسے ایک نتھری ہوئی بوند سے پیدا کیا۔

We have created him from small life germ, and now he is openly disputing with Us.

ہم نے اسے ایک نتھری ہوئی بوند سے پیدا کیا، اور یہ ہمارے سامنے

کھلم کھلا بغاوت کرتا ہے۔

جتنے بھی نبی آئے، اللہ تعالیٰ کا پیغام لائے۔ یہ پیغام جب سنایا تو لوگوں نے ان کا مذاق اڑایا۔ ٹھٹا کیا انہیں۔ اس لیئے اللہ تعالیٰ ایک جگہ فرماتا ہے: یَا حَسْرَتَ عَلَی عِبَادِ مَنْ یَاْتِیْہِ مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا کَانُوْا بِہٖ اِسْتَہْ.... الخ۔ اے بندہ! افسوس ہے تم پر، جب بھی ہماری طرف سے رسول آئے، تم نے ان کا مذاق اڑایا۔

عزیزانِ من! ولی کو کرامت عطا ہوتی ہے، وہ اپنی مرضی سے نہیں دکھاتا۔ ہاں، جذب کی حالت میں، یا کسی اضطراری حالت میں ہو، جب اسے اختیار نہ ہو، اور بے خودی کی حالت میں اس سے سرزد ہو جائے۔ مگر وہ سرزد جو ہوتی ہے، وہ حکم ربّی سے ہوتی ہے، اذنِ ربّی سے ہوتی ہے۔ ورنہ ولی جب تک ہوش و حواس میں رہتا ہے، اس چیز کو چھپائے رکھتا ہے اور اس طاقت کو کبھی ظاہر نہیں ہونے دیتا۔ بعض اوقات وہ ذلّت قبول کر لیتا ہے مگر اس راز کو راز ہی رکھتا ہے۔

ایک ایک وقت میں کئی نبی ہوئے۔ ان کو مختلف معجزے عطا ہوئے اور مختلف تعداد میں۔ کسی کو ایک، کسی کو دو۔ اور روایت ہے کہ سب سے زیادہ معجزے سیّدنا حضرت موسیٰ علیہ السلام کو عطا ہوئے۔ ان معجزوں کی تعداد ۹ (نو) بتائی جاتی ہے مگر ہمارے

پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم سراپا معجزہ تھے۔ تمام معجزے عطا ہوئے۔ اور کفار نے جس کا بھی مطالبہ کیا، آپ نے وہی معجزہ دکھایا۔ کفار نے کہا چاند کے دو ٹکڑے کردیں۔ آپ نے انگشت مبارک چاند کی طرف کی تو وہ درمیان سے چیرا گیا۔ وہ لکیر چاند کے درمیان میں آج بھی قائم ہے۔

روایت ہے کہ کچھ عرب سوداگر ہندوستان آئے۔ ایک ہندو راجا جو غالباً ٹراونکور کا تھا، انہوں نے اس کے سامنے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی صفات بیان کیں، اور شق القمر یعنی چاند کو چیرنے کا معجزہ سنایا، تو اس نے کہا، مَیں اس رات جاگ رہا تھا۔ میں گیان دھیان میں تھا۔ میں رب کی، پرماتما کی تسبیاں کر رہا تھا۔ عبادت کر رہا تھا۔ میں اس چیز کا گواہ ہوں۔ میں نے چاند کو ۲ دو ٹکڑے ہوتے ہوئے دیکھا۔ میں نے اندھیرا بھی دیکھا، کیونکہ اندھیرا چھا گیا۔

پھر روایت ہے کہ جب اس نے سنا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قدموں میں پہنچنے کی اس کے دل میں ایک تڑپ پیدا ہوئی۔ وہ تخت و تاج چھوڑ کر سفر بہ روانہ ہو گیا۔ وَاللّٰہُ اَعْلَمُ بِالصَّوَابِ

ہم ایمان کی قدر کیا جانیں۔ ہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی قدر کیا جانیں۔ محبتِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تو ایک طرف، اکثر لوگ تو صرف

کلمہ ہی جانتے ہیں ۔ اور اکثر سورۃ فاتحہ شریف اور سورۃ اخلاص تاکہ جمعہ، عید، بقر عید کی نماز پڑھ سکیں ۔ ایمان کی قدر تو اُن غیر مسلمانوں سے پوچھئے جنہوں نے حق کی تلاش میں جگہ جگہ کی خاک چھان ماری، اور اللہ تعالیٰ نے ان پر کرم فرمایا، اور کسی مقبول شخص کے ہاتھوں ان کو مشرف بہ اسلام کیا۔

یہ میری محترمہ، گرامی قدر، رابعہ قلندرہ جو یہاں بیٹھی ہوئی ہیں یہ عیسائی مذہب سے تعلق رکھتی تھیں۔ یورپین نژاد ہیں، اور عیسائی مذہب میں بھی رومن کیتھولک، نہایت ہی کٹر "Most Orthodox" سے تعلق رکھتی تھیں، لیکن اپنا گھر بار، عزیز و اقارب سب چھوڑ دیئے۔ یہ خود چھ زبانوں پر عبور رکھتی ہیں۔ چھ زبانیں بول سکتی ہیں، پڑھ سکتی ہیں اور ان میں تقریر کر سکتی ہیں۔ کبھی آپ نے ان میں غرور، اَنا یا کوئی ایسی چیز دیکھی۔ ان کا حسن اخلاق دیکھا۔ یہ کس طرح گفتگو کرتی ہیں۔ اس لئے کہ یہ دین کے اندر داخل ہوئیں اور دین انکے اندر داخل ہو گیا ہے۔ کلام پاک کے جتنے بھی ترجمے ہیں وہ ان کی لائبریری میں موجود ہیں، اور جتنی تفسیریں ہیں، ان کے پاس موجود ہیں۔ اور تصوّف پہ بعض ایسی کتابیں ہیں، جن کو اچھے اچھے صوفی نہیں جانتے۔ میں نے جب ایک کتاب، خصوصاً حکمت کا ذکر کیا، تو مجھے کہنے لگیں،

"میں لا دوں؟" میں حیران رہ گیا۔ میں نے کہا: "آپ کے پاس یہ کتاب بھی ہے؟" کہنے لگیں: "جی"۔

جس مکان میں آپ اس وقت موجود ہیں، آج سے سات آٹھ سال پہلے، ایک بروکر نے اس مکان کو خریدنے کے لئے بہت بڑی قیمت لگائی۔ وہ آفس میں ملنا چاہتا تھا۔ انہوں نے کہا، "دفتر میں تو نہیں، یہ باتیں گھر میں ہی ہو سکتی ہیں، گھر میں آئیے"۔ جب وہ آیا، بات ہوئی، تو انہوں نے کہا: "میرے ساتھ آئیے"۔

یہ لوگ جس کمرے میں مطالعہ کرتے ہیں، عبادت کرتے ہیں، اس کو اسٹڈی کہتے ہیں جسے ہم حجرہ کہتے ہیں۔ یہ اسے اپنے حجرے میں لے گئیں۔ پھر اس سے کہنے لگیں: "یہ کمرہ دیکھئے۔ میں گزشتہ اٹھارہ برس سے رات کو یہاں اللہ تعالیٰ کی جناب میں حاضر ہوتی ہوں، عبادت کرتی ہوں، روتی ہوں۔ مکان اور کوٹھی کو چھوڑیئے۔ پہلے بتایئے اس کمرے کی کتنی قیمت لگائیں گے"۔

یہ سن کر اس شخص کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ کہنے لگا: "بیگم صاحبہ، میں آپ کو صرف ایک یورپین میم سمجھتا تھا۔ صد افسوس کہ ہم نام کے مسلمان ہیں۔ آئندہ میں ایسی گستاخی نہیں کروں گا، آپ کے جذبات مجروح نہیں کروں گا"۔

عزیزانِ من! باپ مسلمان تھا، دادا مسلمان تھا، پڑدادا

مسلمان تھا۔ پیدا ہوتے ہی سنیؔ کہلاتے گئے۔ جب میں نے ایک صاحب سے پوچھا آپ سنی کیوں کہلاتے ہیں؟ چودھری تھا، لہٰذا چودھری قسم کی بات کی۔ کہنے لگا: "بس جی والد صاحب بھی کہلاتے تھے۔" میں نے پوچھا: "وہ کیوں کہلاتے تھے؟" کہنے لگا: "ان کے والد صاحب بھی سنیؔ کہلاتے تھے۔" میں نے کہا کہ: "یہ سنیؔ آخر کس جانور کا نام ہے، کیا بلا ہے یہ؟" کہنے لگا: "شاید سن سنا کے سنیؔ ہو گئے۔" میں نے کہا: "ہاں، یہ بات سمجھ میں آتی ہے۔"

تو عزیزانِ من! جو علم آپ کو اپنے دل کی حقیقت سے آگاہ نہ کرے، جو آپ کو آپ کی حقیقت سے آگاہ نہ کرے، وہ کوئی علم نہیں۔ اس سلسلے میں جگر مراد آبادی نے کیا خوب کہا ہے ؎

زمانے کی چھانی، تو کیا خاک چھانی
جگرؔ دل کی خاک تو چھانی نہیں

ساری دنیا کو سبق پڑھاتے پھر رہے ہیں۔ یاد رکھو، انسان کو تبلیغ کرنے اور مبلّغ بننے سے پہلے خود مبلّغ بننا پڑتا ہے، اور جب خود مبلّغ بننے میں کامیاب ہو جائے تو پھر اس کا حق ہے کہ تبلیغ کرے۔ اور انشاء اللہ اس کی زبان سے ایک جملہ بھی نکلا، تو وہ تیر کی طرح دوسرے کے دل میں پیوست ہو جائے گا۔ لیکن مسلمانوں کی اب کیا آنکھ کھلنی ہے جب دین

کی دولت ہی لُٹ گئی ہے

واے ناکامی، متاعِ کارواں جاتا رہا
قافلے کے دل سے احساسِ زیاں جاتا رہا

نفع نقصان کی جب بات ہو، تو آدمی دیکھتا ہے۔ بیلنس شیٹ بن جاتا ہے یہاں تو جس گھر میں جاؤ، عجیب حال ہے۔ مجھے ایک صاحب کہنے لگے: "آپ میرے گھر نہیں آتے"۔ میں نے کہا: "میں کیا آؤں"۔ کہنے لگے "کیوں؟" میں نے کہا کہ: "آپ نے تو اپنے گھر کو بس اسٹینڈ بنا رکھا ہے"۔ پوچھا "کیا مطلب، میں سمجھا نہیں"۔ میں نے کہا: "ایک داماد شیعہ ہے، ایک داماد وہابی ہے، بیٹا پرویزی ہے، آپ خود پتہ ہی نہیں کیا ہیں، آپ خود ابھی سیٹل ہی نہ ہو پائے ہیں۔ کبھی ایک قرآن شریف پڑھتے ہیں، کبھی دوسرا پڑھتے ہیں اور کبھی تیسرے کا ترجمہ پڑھتے ہیں"۔ بڑے انداز سے کہنے لگے "اس سے کیا فرق پڑتا ہے۔

One should be broad-minded

(انسان کو آزاد خیال ہونا چاہیئے۔")

میں نے کہا: "I hate this broad-mindedness"

(مجھے نفرت ہے اس آزاد خیالی سے)

آپ کو یاد ہونا چاہیئے کہ میں اس وقت ماڈرن تھا،

جب کوئی ماڈرن شخص گزرتا تھا، تو لوگ آنکھ اُٹھا کر دیکھتے تھے۔ میں ۱۹۳۸ء میں سُوٹ پہنتا تھا، اور وہ کالر، وہ بوز (BOWS) وغیرہ، وہ بٹن جو کہ کھل جاتا تھا، اور قمیض کے اندر آگے اور پیچھے سوراخ ہوتے تھے۔ وہ وقت میں نے دیکھے ہیں، لیکن بخدا جسم پہ لباس اگرچہ فرنگی تھا، اور جسم نے وہ اثر قبول بھی کیا ہو، لیکن دل جو ہے، وہ ہمیشہ مدینے والے کی یاد میں رہا۔ اس مقدس یاد نے اس فقیر کو ڈوبنے نہیں دیا۔

ابھی چند سال ہوئے ہندوستان میں ہندوؤں کے ایک بہت بڑے پنڈت کو خواب میں ہمارے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہوتی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس سے فرماتے ہیں، "اٹھو، اور دین اسلام کی تبلیغ کرو"۔ صبح اُٹھتے ہی وہ مشرف بہ اسلام ہوا۔ کافی امیر آدمی تھا۔ ہندو مذہب پر پورا پورا عبور حاصل ہے۔ اب وہ تبلیغ اسلام کرتا ہے، اور دندنا کر کرتا ہے۔ اسے دھمکیاں ملی ہیں، ملتی ہیں، مگر نور ایمانی اسے متزلزل ہونے نہیں دیتا۔ وہ وہاں سے بھاگ کر پاکستان نہیں آیا، یا کسی اور ملک نہیں گیا۔ دولت ہے، اللہ تعالیٰ کا سب کچھ دیا ہوا ہے۔ جان کی بازی لگا دی ہے اس نے، کیوں کہ اسے حق مل

گیا ہے۔ جس نے حق دیکھ لیا، پھر جھگڑا کس چیز کا باقی رہنا ہے۔

یہ میں شیعہ حضرات سے کہا کرتا تھا کہ تم جھگڑتے رہو، نعوذ باللہ مِن ذٰلِکَ گالیاں بکتے رہو، لیکن حقیقت یہی ہے کہ چاروں صحابہ (خلفائے راشدین) رضوان اللہ علیہم اجمعین حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حضوری میں ہوتے ہیں۔ ایک نہیں، دو نہیں، بے شمار لوگوں نے دیکھا ہے۔ جب دیکھ لیا، تو جھگڑا کس بات کا۔ مگر دیکھنے کے بعد پھر بھی اکثر شیعہ گالیاں بکتے ہیں۔ البتہ کچھ شیعہ جنہیں میں جانتا ہوں، خواب میں زیارت کرنے کے بعد صبح انہوں نے توبہ کی' اور اپنے ماضی پہ افسوس کیا۔ آج کل مسلمانوں کے ساتھ جو مصیبت ہے وہ یہ ہے کہ اتنے سارے فرقے ہیں اور ان میں سے صرف ایک فرقہ ایسا ہے جو حدیث شریف کے مطابق نجات پائے گا، باقی سب دوزخی ہیں۔

عزیزانِ من! یہ کتنی بدقسمتی ہے کہ ہم مسلمانوں کے اندر بدترین دہریے، کمیونسٹ، سوشلسٹ اور مغربی تہذیب کے اتنے دلدادہ لوگ ہیں کہ اسلام کا نام سُننے کے لئے تیار ہی نہیں ہیں، اور دوسرے مذاہب کے اندر، ایسے ایسے لوگ بھی ہیں جنہوں نے اپنا مذہب تو نہیں چھوڑا، مگر وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نعت بھی لکھتے ہیں، انگریزی میں بھی اور ہندی میں بھی۔

میں ایک واقعہ سناتا ہوں جو چھ سات سال پہلے کا ہے۔

ہندوستان میں ایک ہندی شاعر ہے، جو زندہ ہے، اس کی بینائی چلی گئی۔ جب ایک شخص حج پہ جانے لگا، تو اس شاعر نے اس سے کہا، روضۂ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) پہ جا کے میرا سلام کہنا اور کہنا کہ فلاں چند جو ہے، ہندوستان میں فلاں جگہ کا رہنے والا جو آپ کی نعت لکھتا ہے اور نعت گاتا ہے، وہ اپنی بینائی کھو چکا ہے۔ وہ اپنی بینائی آپ سے واپس مانگتا ہے۔ بس میرا یہ پیغام پہنچا دینا، درخواست ہے میری"۔ چنانچہ وہ شخص کہتا ہے کہ میں نے ایسا ہی کیا۔ جب واپس آیا تو دیکھا اس کی بینائی آچکی تھی۔ ہندو شاعر نے کہا اب میں بتاتا ہوں کہ تم نے کس وقت روضۂ شریف پہ حاضری دی اور میرے لئے دعا مانگی"۔ پھر اپنی ڈائری نکالی اور اس میں سے وہ وقت اور دن دکھایا۔

عزیزانِ من! جب انسان گرتا ہے تو عجیب عجیب قبیح چیزوں کو بھی مانتا ہے۔ آپ دیکھیں، یہ آدمی کی فطرت ہے کہ مٹی لیتا ہے، چھوٹا سا بت بناتا ہے، رنگ و روغن کرتا ہے، سامنے رکھتا ہے۔ پھر اس کو "اے بھگوان، اے بھگوان" کہہ کے پوجتا ہے۔ کیا وہ مٹی کا بت یہ نہ کہتا ہو گا کہ اے بیوقوف انسان، میں تیرا خالق ہوں، بھگوان ہوں، یا تو میرا خالق ہے یا بھگوان ہے!

ایک دفعہ ایسا ہوا کہ فرعون اپنے باغ میں بیٹھا ہوا تھا شیطان نمودار ہوا۔ کہا یارب، کیا حال ہے؟ فرعون غرور میں آیا۔ سامنے انار کا پودا تھا۔ اس پر انار لگے ہوئے تھے۔ شیطان نے کہا: ”یارب، کچھ ہمیں بھی اپنی قدرت دکھا۔“ فرعون نے پوچھا ”کیا دیکھنا چاہتے ہو؟“ کہا: ”یہ انار ہے۔ یہ توڑ کر، اس کے قتلے کرتا ہوں اور آپ کے سامنے رکھتا ہوں، آپ اپنی قدرت سے اس انار کو پھر اسی طرح سالم کر دیجئے اور وہ خود بخود وہاں درخت پہ جا کے لگے۔“ فرعون کہتا ہے کہ ”یہ تو میں نہیں کر سکتا۔“

اس پر شیطان نے انار توڑا، ٹکڑے ٹکڑے کیئے، فرعون سے کہا، ادھر دیکھو۔ اس نے نگاہ کی۔ انار ایک ہو گیا۔ پھر نگاہ کی، جا کے درخت پہ لگ گیا، جیسے ٹوٹا ہی نہیں تھا۔ پھر فرعون کو کہنے لگا: ”اتنی قدرت رکھتے ہوئے، طاقت رکھتے ہوئے کبھی خدائی کا دعویٰ نہیں کیا۔ تم کچھ بھی نہیں رکھتے اور خدائی کا دعویٰ کرتے ہو۔“

تو عزیزانِ من! ہم اگر دنیا کے کسی آدمی کو دیکھ لیں کہ اس کی کوئی شان ہے، تو سو دفعہ جھک کے اسے سلام کرتے ہیں۔ صد افسوس کہ اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں ہم اتنی دریدہ دہنی سے کام لیں، اتنی گستاخی سے کام لیں، مقام عبرت ہے

مقام گریہ ہے، ڈوب مرنے کا مقام ہے۔

تو صرف ایک فرقہ ایسا ہے کہ جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث کے مطابق نجات پائے گا۔ مصیبت تو یہ ہے کہ فرقوں کے لوگ جو ہیں وہ زیادہ تر ناخواندہ ہیں، ان پڑھ ہیں۔ ہمارے ملک میں دیکھئے صرف بیس فیصدی لوگ خواندہ ہیں، باقی اسی فیصدی ناخواندہ ہیں۔ ان سے آپ کیا توقع کر سکتے ہیں۔ اگر ان کو گمراہ کرنا ہو، تو یہ کوئی زیادہ مشکل نہیں۔ انہیں قرآن پاک اور حدیث شریف کا تو سرے سے علم ہی نہیں۔ لہٰذا سب فرقوں کے لوگ، چاہے دیوبندی ہوں، بریلوی ہوں، اہل حدیث ہوں، پرویزی ہوں، یا کوئی بھی ہوں، اپنے اپنے مولویوں کے ہاتھ یرغمالی بنے ہوئے ہیں، ڈاکو جو یرغمالی بنا کے لے جاتے ہیں تو Ransom (زناوان) میں نقدی مانگتے ہیں۔ اور یہ جو یرغمالی بناتے ہیں، تو ان کا Ransom (زناوان) یہ ہے کہ اپنا دین ہمارے حوالے کر دو۔ کورے ہو جاؤ۔ اب جو ہم کہیں وہ حق ہے، جو اللہ اور رسول کہیں، اس کے متعلق تم فکر نہ کرو۔ ہم پہ بھروسہ کرو۔ جب یہ صورت ہو، تو انہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم، یا ان کے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین، یا امّہات المومنین کی ناموس کی کیا پرواہ ہو سکتی ہے۔ انہیں بس اپنے مولوی یا مجتہد کی پرواہ ہو گی، اور ان کی عزّت کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت پر اور ان سب

کی عزت پر ترجیح دیں گے۔

تو وہ لوگ بیچارے، جنہیں علم نہیں ان فرقوں میں، ان کا کیا قصور؟ قصور تو ان لوگوں کا ہے، جو کرسیوں پہ بیٹھے ہوئے ہیں۔ ان بیچاروں کو تو بُرا بھلا مت کہو، یہ تو بیچارے سب پکڑے گئے ہوئے ہیں۔ ایک لام بندی تھی۔ فوج والے پکڑ کر لے گئے۔ وہ اپنی عقل سے کام نہیں لیں گے۔ وہ بات تو بالکل سیدھی اور صاف ہے۔ وہ مولوی اور مجتہد صاحب اگر کہہ دیں کہ ایسے نہیں بلکہ ایسے ہے، تو وہ یرغمالی آمنا صدقنا ہی کہے گا۔ مثلاً قرآن مجید میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرۃ کو "مومنوں کی ماں" کہا گیا ہے۔ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی شان بیان ہوئی ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سب ازواج مطہرۃ جو حیات ہیں اور آپ کے عقد میں ہیں، کسی کو طلاق نہیں دی۔

مولائے کائنات رضی اللہ عنہ کی ایک صاحبزادی حضرت عُمر رضی اللہ عنہ کے عقد میں تھیں۔ یہ کہنا کہ وہ نکاح جبراً پڑھایا گیا تھا، تو وہ شیرِ خدا کیونکر ہوتے۔ وہ معرکہ خیبر کے فاتح کیسے ہوئے۔ اگر نعوذ باللہ وہ اتنے ڈرپوک تھے کہ اپنی بیٹی کی عصمت کی حفاظت نہ کر سکے اپنی جان کے خوف سے، تو وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تلوار مبارک ذوالفقار کی عطا کے کیسے مستحق ہوئے۔

پھر تو سیدنا حضرت حسین رضی اللہ عنہ، ان سے زیادہ بہادر نکلے۔
اور بھی کتنی چیزیں ناقابل تردید ہیں۔

اللہ تعالیٰ تو کہتا ہے کہ "وَمَآ اَرۡسَلۡنٰكَ اِلَّا رَحۡمَةً لِّلۡعٰلَمِيۡنَ ۝ اے محبوب (صلی اللہ علیہ وسلم) ہم نے آپ کو جہانوں کے لئے رحمت بنا کے بھیجا"۔

یاد رکھو کہ جب کوئی مسئلہ یا قرآن شریف کا ترجمہ یا تفسیر اس طرح نکالی جائے جس سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین کا پہلو نکلتا ہو، یا اللہ جل شانہ، کی شان میں گستاخی ہو، یہ کفر ہے۔ اس میں تمام علماء حق کا اجماع ہے، اتفاق ہے۔ کوئی اختلاف نہیں ہے۔ یہی دیکھ لو کہ ان کے منہ کتنے پھٹے ہوئے ہیں، انکی ہمتیں کتنی بڑھی ہوئی ہیں۔ کیونکہ وہ جانتے ہیں کہ ان کے جو معتقدین ہیں ان کا حال بکریوں اور بھیڑوں جیسا ہے۔ جدھر مرضی ہے۔ بھیج دیں ان بیچاروں کو کیا پتہ۔

مولانا حسین احمد مدنی کے بارے میں ان کا شاگرد بے خود ہو کے ان کے آبائی قصبے کا نام لے کر کہتا ہے کہ اس قصبے میں ۲۳ برس رہا اور اس کی گلیوں میں اداس پھرتا رہا مگر کسی کو خبر نہ ہوئی۔ کہیے کیسے رہی۔ جب اپنے استاد کی شان بیان کریں، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور اللہ کو بھول جاتے ہیں۔

مولوی اشرف علی تھانوی کہتے ہیں کہ نماز میں اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا خیال بھی آجائے تو (نعوذ باللہ من ذالک) گدھے اور بیل سے بدتر ہے۔ اور جب انہی کا مرید ان کو لکھتا ہے کہ "حضور، ہر وقت آپ کا خیال آتا ہے، حتیٰ کہ نماز میں بھی آپ سامنے ہوتے ہیں، تو جانتے ہو کیا جواب دیا جاتا ہے؟ جواب یہ جاتا ہے کہ "یہ تمہاری محبت ہے" کہو کیسی رہی۔ یہ عالمِ دین ہیں یا ظالمِ دین۔

ایک صاحب مجھ سے کہنے لگے کہ یہ اگر نیت کریں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ اطہر کی زیارت کریں تو یہ ٹھیک ہے! میں نے پوچھا: "کیوں، اس میں کیا شک ہے، کیا بات ہے" انہوں نے کہا کہ: "مجھے ایک صاحب نے بڑے راز میں لے کر کہا کہ ایسا نہیں کہ بجائے روضۂ اطہر کے وہ مسجد نبوی کی نیت کریں؟" سنا آپ نے۔ مسجد نبوی۔ نام کیا ہے؟ مسجد اور نبوی۔ دو الفاظ ہیں۔ اگر نبوی کا لفظ اٹھا لیا جائے تو صرف مسجد رہ جاتی ہے۔ میرے کہنے کا مقصد یہ ہے کہ اس مسجد کو شرف کس سے حاصل ہوا؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت کے ساتھ۔ اللہ تعالیٰ کے ہاں اس کو مقبولیت عطا ہوئی۔ اور یہاں جو نمازیں پڑھی جاتی ہیں، وہ کئی نمازوں کے برابر ہیں۔

خانۂ کعبہ اور بیت المقدس کے بعد سب سے زیادہ ثواب وہیں کا ہے۔

میرے ایک معتقد عمرے سے جب واپس آئے تو مجھے کہنے لگے کہ مدینہ شریف سے باہر ہی مجھے ایک مولوی صاحب نے سنبھال لیا کہ "بھائی صاحب" یہاں مسجد نور ہے۔ اس میں نماز پڑھنا مسجد نبوی میں نماز پڑھنے سے زیادہ ثواب ہے"۔ غور سے سُننا۔ ع

اے بادِ صبا، یہ کیا کیا، ہم پہ ستم نہ ہوں گے

اس بے چارے کو دین کا الف، ب، ت بھی معلوم نہیں تھا۔ چنانچہ وہیں ڈیرا ڈال دیا۔ اور اس کے بعد روضۂ اطہر کی زیارت کو گئے۔

یاد رکھو، یہ وہابی بڑے بدتمیز ہو جاتے ہیں۔ اس لئے کہ جن کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا دکھ نہ رہا، پھر اس کے اندر کیا رہا۔ ان میں شرم و حیا ختم ہو گئی۔ شرم و حیا تو ایمان ہے۔ "**الحیاء من الایمان**"۔ یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔

عزیزانِ من! جو شخص بدتمیز اور بداخلاق ہو، اس کی زبان وہی سمجھ سکتا ہے اور اس کے ساتھ وہی بات کر سکتا ہے جو اتنا ہی بدتمیز اور بداخلاق ہو، جتنا کہ وہ شخص ہے۔ ہمارے

آپ کے بس کی بات نہیں۔

ایک دفعہ ایسا ہوا کہ رائے ونڈ میں تبلیغی اجتماع تھا۔ اجتماع بڑا پر شکوہ تھا۔ بہت لوگ تھے۔ دو نوجوان ادھر سے گزرے۔ جب ایسی حالت انہوں نے دیکھی، تو انہیں جوش آگیا۔ جب جوش آتا ہے، تو ہر شخص اپنے عقیدے کے مطابق ہی جوش کا اظہار کرتا ہے۔ یاد رکھو، تقسیم سے پہلے، قائداعظم علیہ رحمت جب خطاب کرتے تھے، یا اور کوئی مسلم لیگی خطاب کرتا تھا، تو اس میں شیعہ وغیرہ سب ہوتے تھے۔ اس میں جو نعرے لگتے تھے، ان میں پہلا نعرہ ہوتا تھا، "نعرۂ تکبیر" جواب دیا جاتا تھا: "اللہ اکبر" پھر نعرۂ لگتا تھا: "نعرۂ رسالت" جواب ہوتا تھا: "یارسول اللہ" پھر نعرۂ حیدری۔ جواب ہوتا تھا: "یا علی" اور بعض دفعہ نعرۂ غوثیہ بھی لگتا تھا، جس کا جواب "یا غوث الاعظم" ہوتا تھا۔ اس کے بعد قائداعظم زندہ باد کے نعرے لگتے تھے، یا جو بھی لیڈر ہو۔ ان پر کبھی کسی نے اعتراض نہیں کیا۔

ان جلسوں میں مولوی، مولانا بیٹھے ہوئے ہوتے تھے۔ کسی نے کبھی فتویٰ نہیں دیا۔ پاکستان بننے کے بعد یہ سب چیزیں یہاں بھی نمودار ہوگئیں۔ چنانچہ ان نوجوانوں نے جب یہ حالت دیکھی تو ان کو خوشی ہوئی کہ مسلمانوں کا اتنا بڑا اجتماع ہے۔ اس لئے انہوں نے

نعرہ رسالت یارسول اللہ بلند کیا۔ آج کل یہاں پہ جو چلا ہے یہ جھگڑا چلا ہوا ہے یارسول اللہ کا۔ جس کی وجہ سے مسجدوں میں بھی جو ہنگامے بازی ہو رہی ہے، یہ وہیں سے چلی آرہی ہے۔

عزیزانِ من! حدیثوں کا مطالعہ کرو۔ ان کے ترجمے پڑھو۔ پتہ ہے صحابہ کرام کس طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے خطاب کرتے تھے۔ وہ کہتے تھے: "یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)۔ اسی طرح قرآن پاک میں بھی اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے خطاب کیا: "یاایّہاالنّبی۔ یاایّہاالرسول۔ یاایّہاالمدثر یاایّہاالمزمّل"۔ یہ "یا" جو ہے یہ ہمارے خاندان میں سے گزرتی آئی ہے۔ باپ دادا نے تو ورثہ میں نہیں دی۔ یہ تو دین میں سے ہوتی ہوئی آئی۔ لیکن یہ لوگ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ "یا" کا لفظ بھی برداشت نہیں کرتے۔ اس کو بھی شرک کہتے ہیں۔

عزیزانِ من! شرک کے متعلق میں کہتا ہوں کہ اگر شرک ہے، تو پھر آپ سب ہی مشرک ہیں۔ اگر غیر خدا سے اس طرح مدد طلب کرنا اس طرح مانگنا شرک ہے، تو میں اور آپ تو ماں باپ ہیں آپ کی بیوی آپ سے خرچہ مانگتی ہے آپ کے بچّے آپ سے خرچہ مانگتے ہیں آپ کے بچے آپ سے مانگتے ہیں کہ ابّو ہمیں یہ

چیز چاہیئے۔ تو وہ بھی مشرک ہوئے، کیونکہ انہوں نے یہ نہیں کہا کہ ابّو یہ آپ کو اللہ تعالیٰ نے دیا، اس میں سے ہمیں دیجئے۔ اور آپ نے کہا: لو بیٹے، میں دیتا ہوں۔ تو یہ "میں" جو لفظ آیا، آپ بھی مشرک ہیں۔ آپ نے بھی یہ "میں" کہا۔ ایسا نہیں کہا کہ: بیٹے، یہ اللہ تعالیٰ نے مجھے جو دیا ہے، اس میں سے تمہیں دیتا ہوں۔ غرضیکہ پھر تو یہ نظام ہی نہیں چل سکتا۔ اور حد تو یہ ہے کہ کلام پاک میں جگہ جگہ شرک نظر آئے گا۔ میں کہتا ہوں کہ اللہ تعالےٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا نام اپنے ساتھ رکھا۔ اَطِیعُ اللّٰہَ وَاَطِیعُ الرَّسُوْلِ۔ اَطِیعُ الرَّسُوْل کہیں اور بھی کہہ سکتے تھے۔ اسی طرح لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ ہے۔ اللہ کے ساتھ کیوں رکھا۔

میں یہ کہتا ہوں کہ سیّدنا حضرت یوسف علیہ السّلام کے والد بینائی کھو چکے تھے۔ وہ اپنے بھائیوں سے کہتے ہیں کہ یہ میرا کُرتہ لے جاؤ اور میرے باپ کے مُنہ پہ ڈال دو، بینائی لوٹ آئے گی۔ کلام پاک میں سورہ یوسف اٹھا کر دیکھیں۔ کیا اس جگہ اللہ کا ذکر ہے، یا صرف یہ ہے کہ کُرتہ لے جاؤ اور میرے باپ کے مُنہ پہ ڈال دو۔ یہ نہیں لکھا کہ اللہ کے حکم سے، یا اللہ کے فضل سے، یا اللہ کے کرم سے یہ بھیجا ہے۔ نہیں، کہیں ذکر نہیں۔ تو

کیا وہ مشرک ہوئے؟ جب زلیخہ کو آپ نے کہا: قَالَ مَعَاذَ اللّٰہِ اِنَّہٗ رَبِّیْ، یعنی میں اللہ کی پناہ مانگتا ہوں، عزیز مصر تو میرا رب ہے۔

تو یہاں کیوں ترجمہ کرتے ہو کہ وہ میرا پرورش کرنے والا ہے؟ لفظ تو رب ہے۔ رب نے اپنے لئے لفظ رب استعمال کیا ہے۔ اب تاویل کیوں کرتے ہو۔

اسی طرح سورہ توبہ کی آخری آیات میں ہے:

لَقَدْ جَآءَکُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِکُمْ عَزِیْزٌ عَلَیْہِ مَا عَنِتُّمْ حَرِیْصٌ عَلَیْکُمْ بِالْمُؤْمِنِیْنَ رَءُوْفٌ رَّحِیْمٌ۔

اس میں اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق رؤف اور رحیم کے لفظ استعمال کئے۔ یہ اللہ کی صفات ہیں۔ پھر کیوں یہ شرک نہیں ہوا۔

ہمیں آپ کہیں تو ہم آپ کو قرآن شریف میں ہر جگہ سے مثالیں دیں۔ تو پھر یہ شرک شرک کہنا چھوڑ دیں۔ پھر چلو تو قرآن شریف سے چلو۔ اپنے گھر جب لگتی ہے، تو پھر خاموش ہو جاتے ہیں، اپنے استادوں کو خدا تک لے جاتے ہو، بلکہ اس سے بھی آگے۔

تو بس رائے ونڈ کے اجتماع میں اتنا سا کہنا تھا "یا رسول اللہ"

کہ ان دونوں نوجوانوں کی بُری گت بن گئی۔

جس انسان کو دینی علم ہی نہ ہو، صرف اپنی جیب میں پیسے والی باتوں کا علم ہو، اس کو جس دین پر لگادو، لگ جائے گا۔ کوئی مشکل نہیں۔ اس کے بٹوے کو ہاتھ نہ لگانا۔ اگر اس کو ہاتھ لگایا، تو مزا چکھا دے گا۔ اپنی جان پہ کھیل جائے گا۔

عزیزانِ من!

مبلّغ بننے کے لئے پہلے انسان کو چاہیئے کہ اپنا مبلّغ بن جائے۔ کیوں کہ اس وقت پھر آپ کو دوسرے کو تبلیغ کرنے کا بھی حق ہوگا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک عورت آئی اور عرض کیا۔ "یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) میرے اس بچے کو منع فرمائیے کہ گڑ نہ کھائے۔ آپ نے فرمایا، کل لانا اِسے۔ جب دوسرے دن بچے کو لائی، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نصیحت فرمائی۔ وہ عورت بہت حیران ہوئی، عرض کرنے لگی کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، میرے ماں باپ آپ پہ قربان، یہ آپ کل بھی فرما سکتے تھے۔

جانتے ہو، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا فرمایا؟ فرمایا، کل تک تو میں خود گڑ کھاتا تھا، میں اسے کیسے منع کرتا۔ اس کو کہتے ہیں اپنے آپ پہ تبلیغ کرنا۔

اسی طرح اگر آپ احادیث کا مُطالعہ کریں تو معلوم ہوگا کہ حضور صلی اللہ

علیہ وسلم نے منافق کی تین نشانیاں بتائی ہیں۔ فرمایا، ایک وہ جو گالیاں نکالتا ہے۔ دوسرا وہ جو امانت میں خیانت کرتا ہے اور تیسرا وہ جو وعدہ خلافی کرے۔ یعنی وعدہ کر کے پورا نہ کرے، وہ منافق ہے۔

عزیزان من! یہ خطاب خاصا طویل ہو گیا۔ اس لئے اب اسی پر اکتفا کرتا ہوں۔ اللہ آپ سب کو خوش رکھے، ہر آفت سے محفوظ و مامون رکھے، شیطان کے شر سے بچائے۔ آمین ثم آمین! واخر دعوانا عن الحمد للہ رب العالمین

